ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اکتوبر 2021ء - صفر المظفر 1443ھ (جلد 19 شمارہ 02)

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 19 شمارہ 02

اکتوبر 2021ء - صفرالمظفر 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ..................35 روپے

سالانہ.................400 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب و تحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..........کیا گیند، بلّے کا کھیل اتنا ضروری ہوگیا؟..........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط19)..............................بعض اہلِ کتاب کی مومنوں

کو بہکانے کی تدبیر...// // 5

درسِ حدیث .... معتبر احادیث کی تبلیغ کی اہمیت وفضیلت.........// // 16

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..// // 24

نیکیاں ضائع کرنے والے اعمال.......................................مولانا شعیب احمد 34

ماہِ رجب: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود 38

علم کے مینار:........... امت کے علماء وفقہاء (قسط8)........مفتی غلام بلال 40

تذکرۂ اولیاء:......عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (چوتھا حصہ)......مولانا محمد ریحان 45

پیارے بچو!..............................نماز کا وقت..............................// // 48

بزمِ خواتین ....حضانت (پرورش) میں خواتین کے اختیارات (تیسرا حصہ)...مفتی طلحہ مدثر 50

آپ کے دینی مسائل کا حل...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط8)...ادارہ 57

کیا آپ جانتے ہیں؟.. ''آباء واجداد'' کی کورانہ تقلید کا وبال.....مفتی محمد رضوان 75

عبــرت کدہ .... بنی اسرائیل کی آزادی اور ان کی

نعمتوں سے سرفرازی کا ذکر...مولانا طارق محمود 82

طب وصحت..''اِذْخِرْ'' (Lemon Grass) کے طبی فوائد.....حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..............................// // 90

اخبارِ عالم ...... قومی و بین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

کیا گیند، بلے کا کھیل اتنا ضروری ہوگیا؟

گزشتہ دنوں راولپنڈی شہر میں کرکٹ میچ کی تیاریاں جاری تھیں، جس کے لیے غیر ملکی کھلاڑیوں کی ایک ٹیم، پاکستان آئی ہوئی تھی، اس ملک کی کرکٹ ٹیم کے لیے حکومتِ پاکستان کی طرف سے، کئی روز قبل اعلیٰ ترین سیکورٹی کے انتظامات مہیا کیے گئے تھے، یہاں تک کہ پولیس اور دوسرے شعبوں سے منسلک کثیر تعداد میں افراد کو مستقل طور پر سیکورٹی کے لیے مقرر کیا گیا تھا، اور پولیس کے شعبۂ خواتین سے بھی اتنی بڑی تعداد کو سیکورٹی کے لیے تعینات کردیا گیا تھا کہ راولپنڈی اور اس کے گردونواح کے پولیس کے شعبہ میں مخصوص خدمات سرانجام دینے کے لیے خواتین کا عملہ میسر نہ تھا، جس کی وجہ سے سینکڑوں لوگوں کے ضروری معاملات میں رکاوٹ پیدا ہورہی تھی۔

دوسری طرف راولپنڈی شہر کے جس علاقہ میں کرکٹ کا گراؤنڈ واقع ہے، وہ علاقہ مری روڈ سے متصل شہری آبادی کے درمیان میں ہے، جہاں سیکورٹی اور حفاظتی انتظامات کے باعث بے شمار لوگوں کو آمدورفت اور اپنے روزمرہ کے معمولات کی انجام دہی میں خلل پیدا ہورہا تھا۔

ایک عرصہ سے دوسرے ملک کی کرکٹ ٹیم کے راولپنڈی میں موجود ہونے کی بناء پر یہ تمام سلسلے جاری تھے، جس پر ملکی خزانہ سے کروڑوں روپیہ خرچ کیا گیا۔

سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ وہ دن بھی آن پہنچا، جس دن راولپنڈی میں کرکٹ کا میچ ہونا تھا، اور میچ شروع ہونے کا وقت بھی قریب آ گیا، پھر یکا یک غیر ملکی کرکٹ ٹیم کی طرف سے میچ کو منسوخ کردیا گیا، بلکہ پوری سیریز کو ہی منسوخ کردیا گیا، جس کا سبب یہ بتلایا گیا کہ بیرون ملک سے آئی ہوئی کرکٹ ٹیم کو دھمکی آمیز پیغام موصول ہوا تھا، جس کے نتیجے میں اس ٹیم نے یکطرفہ طور پر میچ کھیلنے سے انکار کردیا، اور اپنا دورہ ختم کرکے ملک سے روانہ ہوگئی، اور اس ٹیم کو کھیل کے لیے آمادہ کرنے پر ملک کے وزیراعظم سمیت کئی مقتدر شخصیات کی جدوجہد بھی بارآور ثابت نہ ہوئی۔

اب اس واقعہ کو کئی دن کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن ملک بھر میں اس میچ اور سیریز کی منسوخی سے متعلق سیاسی وغیر سیاسی مقتدر شخصیات وطبقات کی طرف سے رات ودن تبصرے وتجزیے جاری ہیں، بین الاقوامی سطح پر بھی یہ موضوع زیرِ بحث بنا ہوا ہے، اور ایک ایسی فضاء قائم ہوگئی ہے، گویا کہ ملک میں کوئی بھونچال آ گیا ہو، اور نعوذ باللہ تعالیٰ جہاد میں شکست ہوگئی ہو، یا کوئی اہم فریضہ چھوٹ گیا ہو۔

ان جیسے حالات کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے، کہ گیند، بلے کا کھیل، جو کہ بنیادی طور پر دوسرے کئی کھیلوں کی طرح بچوں کا ایک کھیل تھا، جس کو پہلے زمانے میں بچے درخت کی لکڑی سے خود بلّا بنا کر، اور ناکارہ کپڑے سے گیند تیار کر کے مفت میں کھیلا کرتے تھے، جس کے لیے نہ کوئی بھاری بھرکم رقم خرچ کی جاتی تھی، نہ ملک وشہر میں کوئی ایسی گہما گہمی ہوتی تھی کہ جس سے خلقِ الٰہی کو ایذاء وتکلیف پہنچے، اور نہ ہی اس طرح کا کوئی اور غلو وتماشہ کیا جاتا تھا، چہ جائیکہ شہر بھر کے لوگوں کے یومیہ معمولات میں خلل پیدا کیا جائے، اور اس کھیل تماشہ سے محرومی پر رونا رویا جائے۔

اور آج وہی گیند، بلے کا کھیل قومی، ملکی، بلکہ عالمی سطح پر اتنی ترقی پکڑ گیا ہے کہ وزیرِ اعظم سے لے کر، اس کھیل کا شوقین ہر چھوٹا بڑا، اس پر فدا ہے اور اس پر ملک وملت کی قیمتی جانی، مالی اور وقت کی صلاحیتوں کی قربانی دینے اور لاکھوں افراد کے یومیہ اور ضروری معمولات میں خلل پیدا کرنے اور اجتماعی ایذاء وتکلیف رسانی کے عوامل واسباب بروئے کار لانے سے بھی غافل ہے۔

قرآن مجید کی کئی آیات میں دنیا کو کھیل کود اور تماشا بنانے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔

غیر مسلم اور کافر تو چونکہ اپنے مخصوص عقائد ونظریات کی بناء پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، اس لیے ان کی طرف سے دنیا کے کھیل کود کو مقصدِ زندگی بنانا، ان کے عقائد وافکار سے مطابقت رکھتا ہے، لیکن مسلمانوں کے لیے یہ طرزِ عمل کسی طرح زیب نہیں دیتا، مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں اور کافروں کے طرزِ عمل کو اپنانا، اور کھیل، تماشہ میں غیر معمولی دلچسپی لینا، شرم کی بات ہے۔

کیا گیند، بلے کا کھیل اتنا ضروری ہو گیا کہ اس کی خاطر مسلمان اللہ ورسول کی ناراضگی والے اعمال سے بھی غافل ہو جائیں، اور اس پر تَن، مَن، دَھن کی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہ کریں؟

یہ ہم سب کے لیے قابلِ فکر مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران:قسط19،آیت نمبر72تا74)　　مفتی محمد رضوان

بعض اہلِ کتاب کی مومنوں کو بہکانے کی تدبیر

وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (72) وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (73) يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (74)

(سورة آلِ عمران، رقم الآيات72 الٰى 74)

ترجمہ:اور کہا ایک جماعت نے،اہلِ کتاب میں سے کہ ایمان لاؤتم،اس پر جو نازل کیا گیا،ان لوگوں پر،جو ایمان لائے،دن چڑھے،اور انکار کردوتم اس (دن) کے آخر میں،تاکہ وہ (ایمان لانے والے) پھر جائیں(72)اورمت ایمان لاؤ،تم مگر اس شخص کے لیے،جو اتباع کرے تمہارے دین کی،کہہ دیجیے آپ کہ بے شک ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے،یہ کہ دیا جائے کسی کو اس کے مثل،جو تمہیں دیا گیا،یا جھگڑا کریں وہ تم سے تمہارے رب کے پاس،کہہ دیجیے آپ کہ بے شک اللہ کا فضل،اللہ کے ہاتھ میں ہے،عطاء کرتا ہے وہ،اُس (فضل) کو،جسے چاہتا ہے وہ،اور اللہ وسعت والا،بہت علم والا ہے(73) خاص کرتا ہے وہ اپنی رحمت کے ساتھ،جس کو چاہتا ہے وہ،اور اللہ عظیم فضل والا ہے(74)(سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں اہلِ کتاب کی ایک جماعت کے مسلمانوں کو بہکانے،پھسلانے کی تدبیر اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت مؤثر جواب کا ذکر ہے۔

چنانچہ مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ:

”وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ“

”اور کہا ایک جماعت نے، اہلِ کتاب میں سے کہ ایمان لاؤ تم، اس پر جو نازل کیا گیا، ان لوگوں پر، جو ایمان لائے، دن چڑھے، اور انکار کردو، تم اس (دن) کے آخر میں، تاکہ وہ (ایمان لانے والے) پھر جائیں“۔

اس آیت میں اہلِ کتاب کی ایک جماعت کے اس قول کا ذکر ہے، جس نے آپس میں ایک دوسرے کو یہ کہا تھا کہ تم مومنوں پر نازل کی ہوئی چیز، یعنی قرآن مجید پر دن کے اول حصے میں ایمان لے آؤ، اور دن کے آخری حصے میں انکار اور کفر اختیار کرلو، جس سے کمزور ایمان والے متاثر ہوں گے، اور وہ یہ سمجھیں گے کہ قرآن مجید میں کوئی کمزوری تھی، اسی لیے یہ پڑھے لکھے اہلِ کتاب لوگ اس پر ایمان لانے کے بعد منکر ہوگئے، اور پھر گئے، اس طرح کرنے سے بہت سے سیدھے سادھے مومن بھی دیکھا دیکھی کفر اختیار کرلیں گے۔

اہلِ کتاب کی اس جماعت کا یہ طرزِ عمل، اہلِ حق سے حسد کی وجہ سے تھا، جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا. حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۰۹)

ترجمہ: چاہتے ہیں بہت سے اہلِ کتاب میں سے، کاش کہ لوٹا دیں تم کو تمہارے ایمان کے بعد کفار بنا کر، حسد کی وجہ سے اپنی طرف سے، بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان کے لیے حق (سورہ بقرہ)

پھر سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ:

”وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ“

”اور مت ایمان لاؤ تم، مگر اس شخص کے لیے جو اتباع کرے تمہارے دین کی، کہہ دیجیے آپ کہ بے شک ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے“۔

یعنی اہلِ کتاب کی اس جماعت نے اپنے لوگوں کو یہ بھی کہا تھا کہ تم دن کے اول حصے میں صرف مسلمانوں کو دکھلانے کے لیے ایمان لانا، اور دل سے ایمان اسی شخص پر لانا، یا اسی شخص کے سامنے اس دل کے ایمان کا اظہار کرنا، جو تمہارے دین کا پیروکار ہو، یعنی اپنا اندرونی عقیدہ، اپنے ہی لوگوں کے سامنے بیان کرنا، اور مسلمانوں کو دینِ اسلام سے پھیرنے کے لیے اوپر اوپر سے یہ کہہ دینا کہ ہم نے تمہارا دین قبول کرلیا ہے۔

اور بعض حضرات نے اس کے یہ معنیٰ بیان کیے ہیں کہ تمہارا دن کے اول حصے میں ظاہری طور پر ایمان لانا بھی محض ان لوگوں کے دین کی حفاظت کے لیے ہونا چاہیے، جو تمہارے ہم مذہب اور تمہارے دین کے پیروکار ہیں، تاکہ وہ تمہیں اسلام قبول کرکے، اس سے منکر ہوتا ہوا دیکھ کر، اپنے مذہب پر پختگی سے قائم رہیں، اور ایمان قبول نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا کہ اس حسد اور تدبیر سے تم کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، ہدایت دینا تو اللہ کی توفیق سے ہے، بغیر اللہ کی توفیق کے ہدایت حاصل نہیں ہوسکتی، جس کو اللہ کے فضل سے ہدایت مل گئی، اس سے حسد کا کیا فائدہ؟ جیسا کہ آگے آتا ہے۔

پھر دوسری آیت ہی میں آگے ارشاد ہے کہ:

”اَنْ یُّؤْتٰۤی اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ.“

”یہ کہ دیا جائے کسی کو اس کے مثل، جو تمہیں دیا گیا، یا جھگڑا کریں وہ تم سے تمہارے رب کے پاس، کہہ دیجیے آپ کہ بے شک اللہ کا فضل، اللہ کے ہاتھ میں ہے، عطاء کرتا ہے وہ، اُس (فضل) کو، جسے چاہتا ہے وہ، اور اللہ وسعت والا، بہت علم والا ہے“۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے اس طرزِ عمل کی وجہ بیان فرمائی کہ تم مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی یہ چالبازیاں اور مکاریاں اس لیے کر رہے ہو کہ تمہیں اللہ کے آخری نبی اور ان پر ایمان لانے والے مومنوں سے حسد ہے، کہ ان کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے، جیسی تم کو ملی تھی، یعنی کتاب اور آسمانی مذہب، یہود کا یہ گمان تھا کہ نبوت وشریعت اور علم وحکمت بنی اسرائیل کے ساتھ خاص ہے، عرب کے اُمّی لوگوں کو اس فضیلت اور نعمت سے کیا واسطہ، اس لیے انہوں نے نبی اور

مومنوں سے بغض وعداوت اور حسد وتحاسد کی وجہ سے یہ طرزِ عمل اختیار کیا۔

یا پھر اے اہلِ کتاب، تم یہ طرزِ عمل اور تدبیر اس وجہ سے اختیار کرتے ہو، تاکہ دین کی مددگاری میں رب کے سامنے تم پر مومن غالب نہ آجائیں، اور تم کو ملزم نہ ٹھہرائیں کہ توریت اور انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی بشارتوں کا ذکر تھا، اور یہ لوگ اس کا اقرار بھی کرتے تھے، لیکن اس اقرار اور اعتراف کے باوجود وہ آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس لیے تم اس کی نوبت آنے سے پہلے مومنوں کو ہی اسلام سے پھیر دو، تاکہ یہ قصہ ہی ختم ہو جائے۔

اس کے بعد اہلِ کتاب کی اس جماعت کا اللہ تعالیٰ نے اس طرح رَد فرمایا کہ اے محمد! آپ فرما دیجیے کہ بے شک فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، تمہارے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، اس لئے، تم اللہ کے فضل وانعام میں کسی قسم کی کمی اور تنگی نہیں کر سکتے، وہ مالکُ الملک، جسے چاہتا ہے، عطاء فرماتا ہے، اور اللہ بڑا وسعت والا ہے، یعنی اس کا فضل نہایت وسیع ہے، اور وہ خوب علم رکھنے والا ہے، اس لیے نہ اس کے فضل میں کوئی تنگی ہوتی، نہ وہ اپنے فضل سے کسی فضل کے مستحق کو محروم کرتا، اور نہ ہی وہ کسی نااہل وغیر مستحق کو یہ فضل عطاء فرماتا، وہ خوب جاننے والا ہے کہ کون اس کے فضل وانعام کے لائق ہے، اور کون لائق نہیں۔

قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی اس طرح کا مضمون آیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ:

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٠٥)

ترجمہ: نہیں چاہتے وہ لوگ، جنہوں نے کفر کیا اہلِ کتاب میں سے، اور نہ مشرکین میں سے، یہ بات کہ نازل کیا جائے تم پر کسی خیر کو، تمہارے رب کی طرف سے، اور اللہ مختص کرتا ہے، اپنی رحمت کے ساتھ، جس کو چاہتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے (سورہ بقرہ)

اور سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (سورة

الحدید،رقم الآیۃ ۲۱)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے، عطاء کرتا ہے وہ اس فضل کو، جس کو چاہتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے (سورہ حدید)

اور سورہ حدید میں ہی ارشاد ہے کہ:

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (سورۃ الحدید،رقم الآیۃ ۲۹)

ترجمہ: تاکہ جان لیں اہلِ کتاب کہ نہیں قدرت رکھتے وہ کسی چیز پر، اللہ کے فضل میں سے، اور بے شک فضل، اللہ کے ہاتھ میں ہے، عطاء کرتا ہے وہ، اس (فضل) کو جسے چاہتا ہے وہ، اور اللہ عظیم فضل والا ہے (سورہ حدید)

اور سورہ جمعہ میں ارشاد ہے کہ:

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (سورۃ الجمعۃ،رقم الآیۃ ۴)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے، عطاء کرتا ہے وہ اس فضل کو، جس کو چاہتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے (سورہ جمعہ)

پھر سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم"

"خاص کرتا ہے وہ اپنی رحمت کے ساتھ، جس کو چاہتا ہے وہ، اور اللہ عظیم فضل والا ہے"

مطلب یہ ہے کہ اللہ، نبوت، اور وحی، اور دین کے مستحق، اور دل سے ہدایت حاصل کرنے والوں، اور نہ کرنے والوں کو خوب جانتا ہے، جو ہدایت حاصل نہ کرنا چاہے، وہ اسے اس سے محروم رکھتا ہے، اور ہدایت حاصل کرنے والوں کو اپنے فضل سے محروم نہیں فرماتا، اس کا فضل بڑا وسیع ہے، وہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے، خاص کرتا ہے، اس وقت اس نے اپنی رحمت کے ساتھ نبی آخر الزمان اور ان پر ایمان لانے والوں کو خاص فرمایا ہے، اللہ ذوالجلال کی رحمت اور فضل پر حسد کرنا فضول، بلکہ حماقت ہے، اس کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا، جبکہ نبوت اور وحی، خالص اللہ کا

عطیہ وانتخاب ہے، جس میں کسی کے اختیار کو دخل نہیں، جیسا کہ گزشتہ آیات کے ضمن میں گزرا۔

ملحوظ رہے کہ سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں اللہ کے ہاتھ کا ذکر ہے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

"اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ"

"بے شک اللہ کا فضل، اللہ کے ہاتھ میں ہے"

اللہ کے ہاتھ کا ذکر، قرآن مجید کی دوسری کئی آیات اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

آج کل کے بعض جہلائے زمانہ، اللہ تعالیٰ کی، اس طرح کی صفات کے متعلق افراط وتفریط میں مبتلا ہوجاتے ہیں، بعض ان کا انکار کر بیٹھتے ہیں، جبکہ بعض مخلوق کی مشابہت پیدا کر کے گمراہی کا شکار ہوجاتے ہیں، اس لیے اس کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورة آلِ عمران، رقم الآیة ۲۶)

ترجمہ: تیرے ہاتھ میں ہر خیر ہے، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَاءُ (سورة المائدة، رقم الآیة ۶۴)

ترجمہ: اور کہا یہود نے کہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہے، حالانکہ تنگ تو ان کے اپنے ہاتھ ہیں، اور لعنت کی گئی ان پر اس وجہ سے، جو انہوں نے کہا، بلکہ اس (اللہ) کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، وہ خرچ کرتا ہے، جس طرح چاہتا ہے وہ (سورہ مائدہ)

اور سورہ ص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ یَا اِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ (سورة ص، رقم الآیة ۷۵)

ترجمہ: فرمایا اللہ نے کہ اے ابلیس! کس چیز نے منع کیا تجھ کو، یہ کہ سجدہ کرے تو اس کو، جسے پیدا کیا میں نے اپنے ہاتھوں سے (سورہ ص)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :یَدُ اللّٰهِ مَلْاَی لَا یَغِیضُهَا

نَفقَةٌ، سَحَّاء ُاللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، وَقَالَ :أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ، وَقَالَ :عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ، وَبِيَدِهِ الأُخْرَى المِيزَانُ، يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۴۱۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، اور اس کو رات اور دن، خرچ کرنا بھی کم نہیں کرتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے دیکھا کہ جب سے آسمانوں اور زمین کو اللہ نے پیدا کیا ہے، کس قدر خرچ کیا ہے، اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے، اس میں کمی نہیں ہوئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا عرش پانی پر تھا، اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے، کسی کے لئے اس کو جھکا دیتا ہے، اور کسی کے لئے بلند کردیتا ہے (بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنبَرِ: (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ) ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَكَذَا بِيَدِهِ، وَيُحَرِّكُهَا، يُقْبِلُ بِهَا وَيُدْبِر يُمَجِّدُ الرَّبُّ نَفْسَهُ :أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ، أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْعَزِيزُ، أَنَا الْكَرِيمُ فَرَجَفَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنبَرُ حَتَّى قُلْنَا: لَيَخِرَّنَّ بِهِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۵۴۱۴)

ترجمہ: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

”وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ“

(جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ”اور نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی، جتنی اس کی قدر کرنے کا حق ہے، اور زمین پوری کی پوری قیامت کے دن اس کے قبضے میں ہوگی، اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، پاک ہے وہ ذات، اور بلند ہے ان

چیزوں سے جو شرک کرتے ہیں وہ لوگ''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو آگے پیچھے لے جا کر حرکت دیتے ہوئے فرمایا کہ ''رب'' اپنی بزرگی خود بیان کرے گا اور کہے گا کہ میں ہوں جبار، میں ہوں متکبر، میں ہوں بادشاہ، میں ہوں غالب، میں ہوں سخی، یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر (اللہ کے خوف سے) کانپنے لگے، یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہی نہ گر جائیں (مسند احمد)

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں، جن میں اللہ عزوجل کے ہاتھ کا ذکر ہے۔

اس لئے اللہ کی اس طرح کی صفات پر تو ایمان لانا ضروری ہے، لیکن اللہ، خالق برحق کی ان صفات کو کسی مخلوق کے کسی بھی جہت سے مشابہ سمجھنا، یا مشابہ قرار دینا درست نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ(سورة الشورى،رقم الآية 11)

ترجمہ: نہیں ہے اس کے مثل کوئی چیز، اور وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (سورہ شوریٰ)

ملا علی قاری ''مشكاةُ المصابيح'' کی شرح ''مرقاةُ المفاتيح'' میں فرماتے ہیں کہ:

قال مالك رحمه اللّٰه، وقد سئل عن قوله تعالى :(الرحمن على العرش استوى) كيف استوى؟ ، فأطرق مالك رأسه حتى علاه الرحضاء ، ثم قال :الاستواء معلوم، والكيف غير معقول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة.

فرق بين المعنى المعلوم من هذه اللفظة، وبين الكيف الذى لا يعقله البشر، وهذا الجواب من مالك رحمه اللّٰه شاف عام فى جميع مسائل الصفات من السمع والبصر والعلم والحياة والقدرة والإرادة والنزول والغضب والرحمة والضحك، فمعانيها كلها معلومة، وأما كيفيتها فغير معقولة، إذ تعقل الكيف فرع العلم بكيفية الذات وكنهها، فإذا كان ذلك غير معلوم، فكيف يعقل لهم كيفية الصفات؟ والعصمة النافعة من هذا الباب أن يصف الله -بما وصف به نفسه :

ووصف به رسوله.

من غير تحرير ولا تعطيل، ومن غير تكييف ولا تمثيل، بل يثبت له الأسماء والصفات، وينفي عنه مشابهة المخلوقات، فيكون إثباتک منزها عن التشبيه، ونفيک منزها عن التعطيل، فمن نفى حقيقة الاستواء فهو معطل، ومن شبهه باستواء المخلوقات على المخلوق فهو مشبه، ومن قال :هو استواء ليس كمثله شيء فهو الموحد المنزه اهـ كلامه .وتبين مرامه، وظهر أن معتقده موافق لأهل الحق من السلف وجمهور الخلف(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۷، ص ۲۷۷۹، کتاب اللباس)

ترجمہ:امام مالک رحمہ اللہ نے سورہ طٰہٰ میں مذکوراللہ تعالیٰ کے اس قول''اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی'' کے متعلق سوال کے جواب میں پہلے اپنے سرکو جھکالیا، یہاں تک کہ آپ کو(اس سوال سے ناگواری،اورجواب کےخوف سے) پسینہ آ گیا، پھر فرمایا کہ''استواء''معلوم ہے،لیکن اس کی کیفیت عقلِ انسانی سے بالاتر ہے،اوراس پرایمان لاناواجب ہے،اوراس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

امام مالک نے اس لفظ کے معلوم معنیٰ ،اوراس کیفیت کے درمیان فرق کردیا،جس کو بشری عقل نہیں سمجھ سکتی۔

اورامام مالک رحمہ اللہ کا یہ جواب تمام مسائلِ صفات میں عمومی طور پر کافی شافی ہے،جیسےصفتِ سمع،صفتِ بصر،صفتِ علم،صفتِ حیات،صفتِ قدرت،صفتِ ارادہ، صفتِ نزول،صفتِ غضب،صفتِ رحمت،صفتِ ضحک کہ ان سب صفات کے معانی معلوم ہیں،لیکن ان کی کیفیت عقل سے بالاتر ہے،کیونکہ کیفیت کی سمجھ،ذات کی کیفیت،اوراس کی کنہ کے علم کی فرع ہے،پس جب یہ غیر معلوم ہے،تو انسانوں کو صفات کی کیفیت کیسے سمجھ آ سکتی ہے،اوراس باب میں نفع بخش،محفوظ طریقہ یہ ہے کہ اللہ کواس صفت کے ساتھ متصف کیاجائے،جس صفت کے ساتھ اس نے خوداپنے

آپ کو متصف کیا ہے، اور اس کے رسول نے متصف کیا ہے، کسی تحریر اور تعطیل، اور تکییف، اور تمثیل کے بغیر، بلکہ اللہ کے اسماء اور صفات کو ثابت مانا جائے گا، اور اس سے مخلوقات کی مشابہت کی نفی کی جائے گی، پس آپ کا اثبات، تشبیہ سے پاک کر کے، اور تعطیل کی نفی کر کے ہوگا، پس جو شخص استواء کی حقیقت کی نفی کرے گا، تو وہ ''**معطل**'' ہو کر گمراہ ہوگا، اور جو اس کو مخلوقات میں سے کسی مخلوق کے استواء کے ساتھ تشبیہ دے گا، وہ ''**مشبہ**'' ہو کر گمراہ ہوگا، اور جو شخص یہ کہے گا کہ اس کا استواء ایسا ہے کہ اس کے جیسا کسی بھی چیز کا استواء نہیں ہے، تو وہ پاکیزہ موحد کہلائے گا، امام مالک کے کلام کا حاصل یہی ہے، جس سے ان کا مقصود واضح ہو گیا، اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ان کا عقیدہ، سلف اور جمہور اہلِ حق سب کے موافق ہے (مرقاۃ)

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی افراط وتفریط پر مشتمل ضلالت وگمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

جلد 1
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَۃِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَۃُ فِیْ حُرْمَۃِ الْمُصَاھَرَۃِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 2
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... کشفُ الغطاء عن وقت الفجر والعشاء
(3)...اشکالیات فلکیۃ وفقھیۃ حول تحدید مواقیت الصلاۃ.
(4)... کیفیۃُ التحقق من صحۃ مواقیت الصلاۃ فی التقاویم.
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 3
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَۃُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 4
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیر اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قراءت کا حکم
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 5
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 6
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 7
علمی و تحقیقی رسائل
متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 8
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 9
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...تمباکو نوشی کے احکام
(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط
(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)...انگور، کھجور ودیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)...بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)...دَف کی تحقیق
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 10
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول
(4)...تحقیق مسحِ رقبۃ
(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم
(8)...بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃ المسجد کا شرعی حکم
(9)...صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 15
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ
مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد 16
علمی و تحقیقی رسائل
(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروز جمعہ، نماز جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت
مصنّف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

معتبر احادیث کی تبلیغ کی اہمیت وفضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معتبر ومستند احادیث کی تبلیغ کرنے کی احادیث وروایات میں عظیم الشان فضیلت واہمیت کا ذکر آیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ -قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهٗ إِلٰى أُمَّتِهٖ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ(صحيح البخاری،رقم الحديث ۱۷۳۹،کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى)

ترجمہ: اے اللہ! میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے، اے اللہ! میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو وصیت ہے، پس چاہیے کہ حاضر (وموجود) شخص غائب (یعنی غیر حاضر) شخص کو پہنچا دے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام اپنے پاس موجود بندوں تک پہنچا دیا ہے، اب سننے والوں کے ذمہ ہے کہ وہ دوسروں تک اس پیغام کو پہنچائیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی حیثیت اور وسعت واستطاعت کے مطابق اس کام کو بحسن وخوبی اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا، جیسا کہ ان کی روایت کردہ احادیث سے ظاہر ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ :لِيُبَلِّغِ

الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَإِنَّهُ رُبَّ مُبَلَّغٍ يَبْلُغُهُ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ (ابن ماجه، رقم الحديث ٢٣٣) ؎1

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر (یعنی دس ذی الحجہ) کو (حج کے موقع پر بہت بڑے اجتماع میں) خطبہ دیا، اور فرمایا کہ حاضر شخص غائب شخص تک پہنچا دے، کیونکہ بہت سے لوگ جنہیں بات پہنچے گی، وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے (اور سمجھنے) والے ہوں گے (ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مِن وعَن دوسروں تک پہنچادینا چاہیے۔

بعض اوقات ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، صحیح طرح یاد نہیں رہ پاتی، یا وہ اس حدیث کے علوم ومعارف سے آگاہ نہیں ہوتا، لیکن جس کو وہ حدیث پہنچائی جائے، وہ اس حدیث کو صحیح طرح یاد بھی رکھتا ہے، اور دوسروں تک پہنچاتا بھی ہے، اور اس حدیث کے علوم ومعارف سے بھی آگاہ ہوتا ہے، جن کی وہ دوسروں کو تعلیم دیتا ہے۔

چنانچہ صحابۂ کرام وتابعینِ عظام نے احادیث کو آگے پہنچایا، پھر محدثین اور فقہائے مجتہدین نے ان کو اپنی کتب میں محفوظ کیا، ان پر ابواب قائم کیے، ان سے لاکھوں شرعی وفقہی علوم ومسائل کا استنباط کیا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی پیش گوئی کا ثمرہ ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيثٍ فَلْيُبَلِّغِ الْحَاضِرُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ (خلق أفعال العباد للبخاري، ج ١، ص ٩١، باب ما جاء في قول الله: بلغ ما أنزل إليك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالته، معرفة الصحابة لابي نعيم، رقم الحديث ٤٨٣٦) ؎2

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں، پس تم میں

؎1 قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

؎2 قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٩٢، باب في سماع الحديث وتبليغه)

www.idaraghufran.org

سے حاضر شخص کو چاہیئے کہ غائب شخص کو (حدیث) پہنچادے (خلق افعال العباد،ابونعیم)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دوسروں تک پہنچادینے کا حکم مذکور ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دوسروں تک پہنچادینے کی تاکید ہے، اوراس پر حاصل ہونے والے اجروثواب کا ذکرآگے آتا ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى، فَقَالَ : نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ، فَبَلَّغَهَا، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ، غَيْرُ فَقِيْهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ (ابنِ ماجه،رقم الحديث ٣٠٥٦،كتاب المناسك، باب الخطبة، يوم النحر، السنة لابن ابى عاصم، رقم الحديث ١٨٧، باب ما يجب على الرعية من النصح لو لاتها) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں مسجدِ خیف میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے، جو میری بات سنے، پھر آگے پہنچادے، کیونکہ بہت سے فقہ (یعنی دین) کی بات سننے والے، خود سمجھنے والے نہیں ہوتے اور بہت سے فقہ کی بات ایسے شخص تک پہنچادیتے ہیں، جو اس (پہنچانے والے) سے زیادہ فقیہ اور سمجھدار ہوتا ہے (ابن ماجہ،ابن ابی عاصم)

اس حدیث کی تشریح وتوضیح پیچھے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ضمن میں گزر چکی ہے، امت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے سے پہنچی ہوئی احادیث کے متعلق محدثین ومجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے ذریعے سے مذکورہ اوراس جیسی احادیث میں مذکور ثمرہ کا ظہور ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ (ترمذى، رقم الحديث ٢٦٥٧،

[1] قال شعيب الارنؤط:صحيح لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ اس شخص کو شاد و آباد رکھے (یعنی اسے خوش وخرم رکھے) جس نے ہم سے کوئی بات سنی، پھر اس کو اسی طرح (دوسروں تک) پہنچا دیا، جس طرح سنی تھی، پس بہت سے وہ لوگ جنہیں (ہماری بات) پہنچے گی، وہ سننے والے سے زیادہ، یاد رکھنے والے (اور سمجھنے والے) ہوں گے (ترمذی)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَـمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَـدِيْثًا، فَحَفِظَـهُ حَتّٰى يُبَلِّغَـهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ(سنن ابی داؤد،رقم الحديث ۳۶۶۰، كتاب العلم، باب فضل نشر العلم) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اس شخص کو خوش وخرم رکھے، جو مجھ سے کسی حدیث کو سنے، پھر اس کو محفوظ کرلے، یہاں تک کہ اس کو کسی دوسرے تک پہنچا دے، پس بہت سے فقہ کے حاملین ایسے ہوتے ہیں کہ جن تک وہ فقہ کی بات پہنچاتے ہیں، وہ ان پہنچانے والوں سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں، اور بہت سے فقہ کے حاملین فقیہ نہیں ہوتے (سنن ابی داؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى الـلّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا، ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّيْ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيْهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ (سنن ابن ماجه،رقم الحديث ۲۳۶،ابواب السنة، باب من بلغ علما) [3]

---

[1] قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ.

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس بندہ کی مدد فرمائے، جو میری کسی بات کو سنے، پھر اس کو محفوظ کرلے، پھر اس کو میری طرف سے (کسی دوسرے تک) پہنچادے، پس بہت سے فقہ کے حاملین فقیہ نہیں ہوتے، اور بہت سے وہ لوگ جن تک دوسرے کی طرف فقہ کی بات پہنچتی ہے، وہ پہنچانے والوں کے مقابلہ میں زیادہ فقیہ ہوتے ہیں (ابن ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث مِن وعَن دوسروں تک پہنچانے والے شخص کے خوش وخرم اور شادو آباد رکھنے کی دعاء فرمائی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی قبولیت یقینی ہے، جو عظیم الشان فضیلت کا باعث ہے۔

تجربہ ومشاہدہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معتبر احادیث کی تبلیغ وتشہیر کرنے والوں کو اللہ خوش وخرم رکھتا ہے، اور دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کو اچھے ناموں سے یاد رکھا جاتا ہے، اور ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعاء کی جاتی ہے، جو اِن کی آخرت کی زندگی کے شادو آباد ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَلَى أَبِي أُمَامَةَ بِحِمْصَ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّ مَجْلِسَكُمْ هَذَا مِنْ إِبْلَاغِ اللهِ لَكُمْ، واحْتِجَاجِهِ عَلَيْكُمْ، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَدْ بَلَّغَ فَبَلِّغُوا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۶۱۴) [1]

ترجمہ: میں اور ابنِ ابی زکریا، اور سلیمان بن حبیب، مقامِ ''حمص'' میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، ہم نے آپ کو سلام کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تمہاری یہ مجلس، تمہارے لیے اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کی طرف سے تمہارے اوپر حجت قائم ہونے کی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن وسنت کی شکل میں) اللہ کا پیغام پہنچادیا، پس تم بھی اللہ کا پیغام پہنچاؤ (طبرانی)

---

[1] قال حسين سليم اسد الداراني: وهذا إسناد جيد (حاشية مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۳۴۲، ۳۴۳، تحت رقم الحديث ۱۰۲)

www.idaraghufran.org

اور سُلیم بن عامر سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، "فَيُحَدِّثُنَا حَدِيثًا كَثِيرًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا سَكَتَ قَالَ: عَقَلْتُمْ؟ بَلِّغُوا كَمَا بَلَّغْنَاكُمْ "(الآحاد والمثانی لابنِ ابی عاصم، رقم الحديث ١٢٣٨ ،المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ٧٦٧٣) [1]

ترجمہ: ہم حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتے تھے، وہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث بیان فرماتے تھے، پھر جب وہ خاموش ہوجاتے، تو فرماتے کہ کیا تمہیں سمجھ آئی؟ تم (ان احادیث کی) اسی طریقے سے تبلیغ کرو، جس طریقے سے ہم نے تمہیں تبلیغ کی (ابنِ ابی عاصم،طبرانی)

اور طبرانی میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

”إِنَّ مَجْلِسَكُمْ هَذَا مِنْ بَلَاغِ اللهِ، إِيَّاكُمْ وَحُجَّتِهِ عَلَيْكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمْ بَلَّغَ مَا أُرْسِلَ بِهِ، وَإِنَّ أَصْحَابَهُ قَدْ بَلَغُوا مَا سَمِعُوا، فَبَلِّغُوا مَا تَسْمَعُونَ“(المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ٧٤٩٣) [2]

ترجمہ: تمہاری یہ مجلس، تمہارے لیے اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کی طرف سے تمہارے اوپر حجت قائم ہونے کی ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام کو پہنچادیا، جو آپ کی طرف (قرآن وسنت کی شکل میں) بھیجا گیا، اور آپ کے صحابۂ کرام نے بھی جو کچھ سنا، اس کو پہنچادیا، پس تم جو کچھ سنتے ہو، اس کو تم بھی پہنچادو (طبرانی)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیا ہے، اور اس خدمت کو انجام دینے کے لیے کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں

---

[1] قال الهيثمی:رواهما الطبرانی فی الكبير، وإسنادهما حسن(مجمع الزوائد، رقم الحديث ٥٩٦، ٥٩٧، ٥٩٧باب فی سماع الحديث وتبليغه)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وفيه كلثوم بن زياد، وبكر بن سهل الدمياطی، وكلاهما وثق، وفيه ضعف، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٤١٢)

www.idaraghufran.org

کیا، بلکہ انہوں نے اس کو اپنی زندگی کا ایک نصبُ العین بنایا، جس کے نتیجے میں آج ہم تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مِن وعَن پہنچیں۔

حضرت ابوموسیٰ غافقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، وَسَتَرْجِعُونَ إِلَى قَوْمٍ يُحِبُّونَ الْحَدِيثَ عَنِّي -أَوْ كَلِمَةٌ تُشْبِهُهَا -فَمَنْ حَفِظَ شَيْئًا فَلْيُحَدِّثْ بِهِ، وَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (مستدرک حاکم،رقم الحديث ٣٨٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو آخری عہد لیا، وہ یہ تھا کہ تم کتابُ اللہ کو لازم پکڑو، اور عنقریب تم ایسی قوم کی طرف لوٹو گے، جو میری حدیث کو پسند کرے گی، یا اس طرح کا کوئی جملہ فرمایا، پس جس نے کوئی حدیث یاد کی ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اس کو بیان کردے، اور جس نے میرے متعلق وہ بات کہی، جو میں نے نہیں کہی، تو اسے چاہئے کہ وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے(حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسروں تک پہنچانے کی اہمیت وفضیلت ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنے پر سخت عذاب بھی مرتب کیا گیا ہے، دوسری کئی احادیث میں بھی اس طرح کا مضمون آیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی ہوئی بات کی تصدیق کیے بغیر آگے بیان کرنے کو جھوٹ سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔

ہم افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ صحیح ومعتبر احادیث کی تبلیغ کا تو اہتمام نہیں کرتا، اور اس کے بجائے غیر مستند وغیر معتبر اور جھوٹی احادیث کی تبلیغ میں کمربستہ نظر آتا

[1] قال الحاكم :رُوَاةُ هَذَا الْحَدِيثِ عَنْ آخِرِهِمْ يُحْتَجُّ بِهِمْ، فَأَمَّا أَبُو مُوسَى مَالِكُ بْنُ عُبَادَةَ الْغَافِقِيُّ فَإِنَّهُ صَحَابِيٌّ سَكَنَ مِصْرَ، وَهَذَا الْحَدِيثُ مِنْ جُمْلَةِ مَا خَرَّجْنَاهُ عَنِ الصَّحَابِيِّ إِذَا صَحَّ إِلَيْهِ الطَّرِيقُ، عَلَى أَنَّ وَدَاعَةَ الْجُهَنِيَّ قَدْ رَوَى أَيْضًا عَنْ مَالِكِ بْنِ عُبَادَةَ الْغَافِقِيِّ، وَهَذَا الْحَدِيثُ قَدْ جَمَعَ لَفْظَتَيْنِ غَرِيبَتَيْنِ :إِحْدَاهُمَا قَوْلُهُ: سَتَرْجِعُونَ إِلَى قَوْمٍ يُحِبُّونَ الْحَدِيثَ عَنِّي وَالْأُخْرَى :فَمَنْ حَفِظَ شَيْئًا فَلْيُحَدِّثْ بِهِ وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ إِلَى أَنْ لَيْسَ لِلْمُحَدِّثِ أَنْ يُحَدِّثَ بِمَا لَا يَحْفَظُهُ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

وقال الذهبي في التلخيص:رواته محتج بهم وأبو موسى مالک بن عبادة صحابی.

www.idaraghufran.org

ہے،جس کے موجودہ دور کے سوشل میڈیا پر بہت سے مناظر موجود ہیں۔

جبکہ اس کے برعکس ایک طبقہ کا حال یہ ہے کہ وہ معتبر و مستند احادیث کی تبلیغ اور نشر و اشاعت پر بھی اپنے موقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے خفگی و برہمی کا اظہار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قسم کی بے اعتدالیوں سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

مقالات ومضامین　　مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

عادات اور عبادات میں ''بدعت'' کا فرق

(26-ذوالحجہ-1442ھ)

بعض کام ایسے ہیں، جو لوگ عبادت کے طور پر بھی کرتے ہیں، اور عادت کے طور پر بھی کرتے ہیں، اور جب لوگ اس طرح کے کسی فعل کو بطور عادت کے اختیار کریں، اور کسی دوسرے گناہ کا ارتکاب بھی نہ کریں، تو صرف اس وجہ سے اس پر بدعت کا حکم لگانا درست نہیں کہ وہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وخیرُ القرون کے زمانے میں موجود نہیں تھا۔

چنانچہ ایسے بہت سے کام ہیں کہ جن کو ہر زمانے اور ہر علاقے والے لوگ بطور عادت کے کرتے ہیں، اور بلانکیر ان کاموں پر تعامل وعمل جاری ہے، کوئی بھی مسلمان، ان کو بدعت قرار نہیں دیتا، البتہ اگر ان کاموں کو عبادت کے طور پر انجام دیا جائے، تو پھر بدعت کا حکم لگانے کی گنجائش ہوتی ہے، پھر اس طرح کے بعض کاموں کے متعلق اہلِ علم کا اختلاف اس طور پر رونما ہوجاتا ہے کہ بعض اہلِ علم حضرات، لوگوں کے اس طرح کے فعل پر ''عبادت'' ہونے کی جہت سے بدعتِ محدثہ کا حکم لگادیتے ہیں، اور بعض اہلِ علم حضرات اس فعل پر ''بطور عادت'' رائج ہونے کے ''بدعتِ محدثہ'' کا حکم نہیں لگاتے، بلکہ وہ اس کو فعلِ مباح میں داخل مانتے ہیں، اور اس کی بہت ساری مثالیں معاشرہ میں پائی جاتی ہیں، مثلاً ہر علاقہ وقوم کی ایک زبان ہوتی ہے، جیسا کہ فارسی زبان، اردو زبان، پنجابی زبان، پشتو زبان، اور اس زبان کو ہر علاقہ وقوم کے لوگ بطور عادت کے اختیار و استعمال کرتے ہیں، اس لیے اس پر بدعتِ محدثہ کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ اسی طرح مثلاً ہمارے پاکستان کا مخصوص قومی لباس ''شلوار، قمیص'' ہے، بعض صوبوں وعلاقوں میں مَردوں، یا عورتوں کے اعتبار سے اس لباس کی وضع قطع الگ ہے، ہندوستان میں مخصوص کرتہ و پائجامہ کا رواج ہے، اور

بعض دوسرے ممالک کا لباس دوسری نوعیت کا ہے،تو اس قسم کے مختلف اقسام وانوع کے لباس بھی ’’عادات‘‘ کے قبیل سے ہیں’’عبادات‘‘ کے قبیل سے نہیں،اس لیے جب تک ان میں کوئی گناہ، مثلاً بے پردگی وغیرہ لازم نہ آئے،ان تمام انواع کے لباسوں کو،فعلِ مباح وجائز کاموں کے زمرہ میں داخل مانا جائے گا۔اسی طرح مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر ولیمہ کی تقریب میں ہر علاقہ میں کھانے پینے کی چیزوں کا رواج مختلف ہے،کسی علاقہ میں چاول،کسی میں روٹی،کسی میں نمکین ذائقہ والا کھانا،کسی میں میٹھے ذائقہ والا کھانا،اوران میں بھی مخصوص طریقہ کی ڈِشوں کا رواج ہے، جن کا قرآن وسنت سے ثبوت نہیں ملتا،لیکن ان چیزوں کو بطورِ عادت رائج ہونے کی وجہ سے ’’بدعتِ محدثہ‘‘اور گناہ قرار دیا جانا درست نہیں ہوتا۔اسی طرح مثلاً رمضانُ المبارک کے مہینے میں سحری وافطاری میں مخصوص قسم کے کھانوں کا رواج علاقوں کے اعتبار سے مختلف ہے،کسی علاقہ میں پکوڑے، چاٹ،سموسے،سویّاں،وغیرہ پسند کی جاتی ہیں،اور کسی علاقہ میں دوسری طرح کی چیزیں پسند کی جاتی ہیں، اور روزہ مرہ کے کھانے پینے کی چیزوں میں بھی مختلف علاقوں کا رواج ایک دوسرے سے جدا ہے۔یہی معاملہ عید کے دن مخصوص سویّوں،اور چاٹ، دہی بھلوں وغیرہ کا بھی ہے کہ یہ سب چیزیں،لوگ اپنی اپنی عادات اور پسند کے طور پر اختیار کرتے ہیں،ان کا’’عبادات‘‘ کے قبیل سے تعلق نہیں۔

لہٰذا جب تک ان کاموں کو عادات کے طور پر استعمال کیا جائے،اور مخصوص عبادت نہ سمجھا جائے، اور کسی دوسرے گناہ ومنکر کا بھی ارتکاب نہ کیا جائے،اس وقت تک ان چیزوں پر’’بدعتِ محدثہ‘‘ اور گناہ وناجائز ہونے کا حکم لگانا درست نہ ہوگا۔

اور تحقیق کے بعد اب ہمارا رجحان اس طرف ہوا کہ عید کی نماز کے بعد جو لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہوئے مصافحہ کرتے ہیں،یا عیدین اور نکاح وغیرہ کے مواقع پر بطورِ اظہارِ سرور وبشاشت کے،اور فوتگی وغیرہ کے موقع پر جو اظہارِ ہمدردی کے طور پر معانقہ کیا جاتا ہے، یہ بھی عادات کے قبیل سے ہے،عبادات کے قبیل سے نہیں،اس لیے مذکورہ تحقیق کے بعد بندہ کا اس پر ’’بدعتِ محدثہ‘‘ کا حکم لگانے کی طرف رجحان نہ رہا،اور جو ہمارے ہندوستان وپاکستان کے بہت

سے علماء کی طرف سے اس پر بطورِ عبادت کے ''بدعتِ محدثہ''وناجائز ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جس کی بندہ نے پہلے اتباع کی تھی، اب تحقیق کے بعد بندہ نے اس سے رجوع کرلیا ہے، البتہ کوئی عبادت سمجھے، یا خاص ان مواقع کی سنت سمجھے، تو اس سے منع کیا جائے گا، اس مسئلہ کی تفصیل بندہ نے اپنے رسالہ ''عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم'' میں بیان کردی ہے، جس میں تعصّب وتحزّب سے متاثر ہوئے بغیر راجح رائے کے اظہار اور سابق موقف سے رجوع میں بحمداللہ تعالیٰ، بخل اور شرم وعار سے کام نہیں لیا گیا، اگر چہ موجودہ زمانے کے بعض متعصبین کو یہ طرزِ عمل سخت ناپسند ہے۔

''حق''اور اس کو قائم رکھنے والی جماعت کا سلسلہ

(15-محرم الحرام-1443ھ)

''حق'' کا خاصہ ہے کہ وہ غالب رہتا ہے، اگر چہ وقتی طور پر اس کو دبانے اور کمزور قرار دینے کی کوشش کی جائے، لیکن وہ دَبتا نہیں، بالآخر وہ غالب آکر ہی رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ''(سورة الاسراء، رقم الآية ٨١)

یعنی''حق آ گیا، اور باطل چلا گیا''۔

''حق'' سے مراد''اسلام'' ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ اسلام کو شروع سے اب تک مغلوب کرنے اور اہلِ اسلام کو خوف دلانے اور رسوا کرنے کی کوششیں کی جاتی رہیں، جس کے لیے طاغوتی قوتوں کی جانب سے کیا کیا کچھ نہیں کیا گیا، لیکن الحمدللہ تعالیٰ ''اسلام'' آب وتاب کے ساتھ قائم رہا، اور دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا، جس سے کوئی ملک وعلاقہ خالی نہ رہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اسلام کو مٹانے کی کوششوں میں کوئی لمحہ فروگزاشت نہیں کیا گیا، لیکن اللہ نے ان سب کوششوں کو ناکام بنادیا، اور ان شاءاللہ تعالیٰ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ .لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (سورة الانفال، رقم الآيات ٧، ٨)

’’اورارادہ کرتا ہے اللہ اس کا کہ احقاقِ حق کردے، اپنے کلمات کے ذریعے، اور کاٹ دے جڑ کافروں کی۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ) احقاقِ حق کردے، اور ابطالِ باطل کردے، اگرچہ ناپسند ہو مجرموں کو‘‘۔

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ . هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورة التوبة، رقم الآيات ٣٢، ٣٣)

’’چاہتے ہیں وہ کہ بجھادیں وہ، اللہ کے نور کو، اپنے مونہوں سے، اور انکار کرتا ہے اللہ، مگر یہ کہ پورا کرے گا وہ اپنے نور کو، اگرچہ ناپسند ہو کافروں کو۔ وہی ذات ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ، تاکہ غالب کردے وہ اس کو ہر دین پر، اگرچہ ناپسند ہو مشرکوں کو‘‘۔

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (سورة يونس، رقم الآية ٨٢)

’’اور اللہ، احقاقِ حق کرتا ہے، اپنے کلمات کے ذریعے، اگرچہ ناپسند ہو مجرموں کو‘‘۔

اور سورہ صف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ .هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورة الصف، رقم الآيات ٨، ٩)

’’چاہتے ہیں وہ کہ بجھادیں وہ، اللہ کے نور کو، اپنے مونہوں سے، اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، اگرچہ ناپسند ہو کافروں کو۔ وہی ذات ہے، جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ، تاکہ غالب کردے وہ اس کو ہر دین پر، اگرچہ ناپسند ہو مشرکوں کو‘‘۔

دینِ اسلام چونکہ آخری دین ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے آخری نبی ہیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے آئی ہوئی دینِ اسلام کی تعلیمات بھی قیامت تک کے لیے ہیں، اس وجہ سے اللہ نے دینِ اسلام کی ان تعلیمات کو، قیامت تک باقی رکھنا ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کے تا قیامت حق کو قائم رکھنے کا انتظام فرمایا ہے، جس کی خاصیت یہ ہوگی کہ وہ جماعت، حق کو قائم رکھے گی، اگرچہ مخالفین کو ناپسند کیوں نہ گزرے۔

چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی، ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَـأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٩٢٠ "١٧٠" كتاب الامارة، باب قوله صلى الله عليه وسلم: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم)

ترجمہ: میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، رسوا کرنے والے اس جماعت کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے گا، اور وہ اسی طرح سے (حق پر قائم) ہوں گے (مسلم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

لَا تَـزَالُ طَـائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ قَوَّامَةً عَلٰى أَمْرِ اللّٰهِ، لَا يَضُرُّهَا مَنْ خَالَفَهَا (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٧، ابواب السنة، باب اتباع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت، ہمیشہ اللہ عزوجل کے حکم پر قائم رہے گی، جس کو اس کی مخالفت کرنے والا ضرر نہیں پہنچا سکے گا (ابنِ ماجہ)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مذکور ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، هشام بن عمار قد توبع (حاشية سنن ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ لَا يُبَالُوْنَ مَنْ خَالَفَهُمْ أَوْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٦٨٨١) [1]

ترجمہ: میری امت کی ایک جماعت حق پر مسلسل قائم رہے گی، یہ جماعت ان لوگوں کی پرواہ نہیں کرے گی، جوان کی مخالفت کریں گے، یاان کورسوا کریں گے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا حکم آ پہنچے (مسنداحمد)

مذکورہ اوراس جیسی احادیث میں جس طرح قیامت تک، ایک جماعت کے حق پرقائم رہنے کا ذکر ہے، اسی طرح اس جماعت کی مخالفت کرنے، اوراس جماعت کورسوا کرنے والوں کا بھی ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس حق پر قائم رہنے والی جماعت کی مخالفت کرنے، اوران کورُسوا کرنے والے لوگ بھی موجود رہیں گے، لیکن اُن کی مخالفت اوررسوائی کرنا، اس جماعت کے حق پر ڈَٹے رہنے میں رکاوٹ کا باعث نہیں بنے گا۔

آج بھی مذکورہ احادیث کا مصداق بن کر اہلِ حق کی طرح طرح سے مخالفت اوراس کی رسوائی وملامت کا سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کوحق اوراس کو قائم رکھنے والے لوگوں میں شامل فرمائے۔آمین۔

تحقیق وتقلید میں اختلاط والتباس

(10-صفرالمظفر-1443ھ)

آج کل کے بعض تعصب پرستوں کا حال یہ ہے کہ کسی صاحبِ علم کی دیانت دارانہ ومنصفانہ تحقیق، خواہ کتنے ہی مضبوط دلائل پرمبنی کیوں نہ ہو، لیکن اگر وہ ان کے مخصوص ذوق، اورمخصوص مسلک ومشرب، یامخصوص اکابروبزرگوں کے موقف کے خلاف ہو،تو یہ متعصب حضرات اس کوتحقیق کا نام دینا بھی گوارانہیں کرتے، اوراگراس کے برعکس کسی مضمون میں ان متعصبین کے مخصوص ذوق، اور مخصوص مسلک ومشرب، یاان کے مخصوص اکابروبزرگوں کے موقف کی تقلید پرمبنی موادکواکٹھا کردیا جائے، تواس کو''تحقیق'' اور''نہایت عمدہ تحقیق'' وغیرہ کاعنوان دیتے ہیں، خواہ وہ مواد، کتنے کمزور

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

اورمرجوح دلائل پرمبنی کیوں نہ ہو،اوراس میں ''تحقیق'' کے بجائے ''تقلید'' کورہنماورہبر بنایا گیا ہو۔
یہ سخت ناانصافی اورظلم پرمبنی طریقہ ہے،جس میں ''تحقیق'' اور''تقلید'' کے مابین اصولی اور بنیادی فرق کونہ صرف یہ کہ ملحوظ نہیں رکھا جاتا، بلکہ اس کو پامال کیا جاتا ہے۔

محقق عالمِ دین کے علمی منصب اور دیانت داری وذمہ داری کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ تحقیق کرتے وقت تحقیقی اصولوں کوپیشِ نظر رکھے، پھراگر تحقیق کی رُو سے کسی خاص مسلک ومشرب کے برخلاف موقف کا راجح ہونا ظاہر ومعلوم ہوجائے،تو احقاقِ حق کے اظہار میں کوئی شرم وعار محسوس نہ کرے، اور اگر تحقیق کے نتیجے میں کسی خاص مسلک ومشرب کے مطابق وموافق موقف کا راجح ہونا ظاہر ومعلوم ہوجائے،تو اس کا بھی اظہار کردے۔

الحمدللہ تعالیٰ ہمیں جب سے اللہ تعالیٰ نے تعصب کے مرض کو سمجھنے اوراس سے بچنے کی اپنے خاص فضل وکرم سے توفیق عطاء فرمائی، اس وقت سے کسی مسئلے کی تحقیق کرتے وقت تحقیق وتقلید کے مابین مذکورہ فرق کا احساس رہتا ہے،اوراس کے مطابق اپنی علمی وتحقیقی ذمہ داری کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اور پھراس طرح کی تحقیقات کووقتاً فوقتاً شائع کرنے کا اہتمام بھی حسبِ موقع وحسبِ ضرورت ہوتا رہتا ہے۔

جس کے بعد مختلف ذوق کے قارئین کی طرف سے مختلف طرح کی آراء،تبصروں اورتجزیوں وغیرہ کا بھی سلسلہ جاری رہتا ہے۔

جس طرح بہت سے قارئین کی طرف سے تشجیع وتصویب اورتصدیق وغیرہ پر مشتمل آراء موصول ہوتی ہیں،اسی طرح بعض متعصبین کی طرف سے بے جا تنقید وجرح پر مشتمل آراء بھی موصول ہوتی ہیں۔

چنانچہ بندہ کے علمی وتحقیقی رسائل میں اب تک الحمدللہ تعالیٰ بہت سے علمی وتحقیقی مضامین شائع ہوچکے ہیں،جن میں حتی الامکان تحقیق کے عدل وانصاف پرمبنی اصولوں کوملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ اسی طرح کے ایک صاحبِ علم نے بندہ کو خط لکھا،جس میں انہوں نے بندہ کی ابتداء سے لے کر اب تک اکثر کتب اور تحقیقی رسائل کی تمام مطبوعہ مجلدات اپنے پاس موجود ہونے ،اوران

سے استفادہ کرنے کا ذکر کیا تھا، جس کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ تحقیقی رسائل کی جلد نمبر۵ پڑھ کر بے ساختہ آپ کے لیے دعائیں نکلیں، پھر کئی اور نسخے منگوا کر اپنے دوستوں کو متوجہ کیا، **الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ** ،آپ نے حق ادا کردیا،اوراپنے اکابر کا خوب دفاع کیا، نیز ان ہی کی تقلیدی رائے پر مضبوط دلائل فراہم کیے، جو یقیناً بڑے خاصے کی چیز ہے۔

ساتھ ہی مذکورہ صاحبِ علم نے علمی وتحقیقی رسائل کی جلد نمبر۱۲ پر سخت جرح وتنقید بھی کی تھی۔

بندہ نے مذکورہ صاحبِ علم کی تحریر کا بالاستیعاب مفصل جواب تحریر کردیا، جس میں مذکورہ صاحبِ علم کی تحریر میں مذکور تمام ’’**مالہا، وما علیہا** ‘‘پر محقق کلام کردیا گیا ہے،لیکن وہ مفصل ومحقق جواب ابھی تک مذکورہ صاحبِ علم کوارسال نہیں کیا گیا تھا،اورابھی نظرِ ثانی کے مراحل سے گزر رہا تھا کہ اسی دوران مذکورہ صاحبِ علم نے ایک خط کے ذریعے بندہ کوتحریر کیا کہ:

> 5جمادی الاولیٰ1442ھ/20دسمبر2020ءآپ کو ایک مکتوب لکھا تھا، جس میں آپ کی ’’تحقیقی رسائل‘‘ کی جلد12پر گزارشات پیش کی گئی تھیں۔
>
> اس مکتوب میں ایک مقام پرآپ کی ایک کتاب کی تعریف لکھی تھی ’’تحقیقی رسائل کی جلد نمبر5پڑھ کر بے ساختہ آپ کے لیے دعائیں نکلیں‘‘
>
> جلد لکھنے میں مجھ سے سہو ہوا، میری مراد جلد نمبر2 تھی، جس میں’’صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق‘‘تھی، جلد نمبر5 کا ابھی تک میں نے مطالعہ نہیں کیا،لہٰذا اطلاعاً عرض ہے۔

مذکورہ صاحبِ علم نے جو دوسرا خط ارسال کیا، اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ پانچویں جلد میں مذکور بعض مضامین ایسے تھے، جو مذکورہ صاحبِ علم کے مخصوص مسلک ومشرب، اور ان کے مخصوص اکابر وبزرگوں کے موقف کے سے مطابقت وموافقت نہ رکھتے تھے،اگرچہ وہ علمی وتحقیقی اصولوں پر مبنی کیوں نہ ہوں،اوردوسری جلد میں مذکور موقف،ان کے موافق ومطابق تھا۔

اسی لیےانہوں نے اکابر کا خوب دفاع کرنے ،اوران کی تقلیدی رائے پر مضبوط دلائل فراہم کرنے پراس کو’’خاصے کی چیز‘‘ قرار دیا،اور جو علمی وتحقیقی مضامین اکابر کے دفاع،اوران کی تقلیدی رائے

کے مضبوط دلائل پر مبنی نہ تھے، ان کو بے جا جرح وتنقید کی نذر کر دیا۔

اس طرزِ عمل سے تحقیق وتقلید کے مابین متعصبین کی طرف سے پیدا کئے گئے اختلاط والتباس کو سمجھا جاسکتا ہے۔

افسوس کہ اس طرح کے متعصبین نے ''تحقیق'' کو ''تقلید'' کی بھینٹ چڑھا کر تحقیق کے اصولوں کو پامال کرنے میں کوئی لمحہ فروگزاشت نہ ہونے دیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حق وباطل ہر گروہ، اپنے مخصوص بزرگوں کے راجح ومرجوح، اور رطب ویابس ہر طرح کے موقف پر مضبوطی کے ساتھ قائم اور مُصِر ہے، اور تحقیق ونظرِ ثانی کے لیے تیار نہیں، اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے مختلف مسالک کے مابین روز بروز بُعد بڑھتا جارہا ہے، اور فرقہ واریت میں اضافہ ہورہا ہے۔

پھر جب بندہ کی طرف سے اس قسم کے متعصبین کے طرزِ عمل کی نشاندہی کی جاتی ہے، اور حقیقت سے پردہ اٹھایا جاتا ہے، تو یہ طبقہ سخت ناراض اور برہم ہوجاتا ہے، اور اس پر چہ میگوئیاں کرتا ہے کہ اس بات کو شائع کیوں کیا گیا۔

حالانکہ بندہ نے کس بات کو شائع کرنا ہے، اور کس بات کو شائع کرنا نہیں ہے؟ اس کی ذمہ داری بندہ کے اوپر ہے، اعتراض کرنے والا ''نہ تین میں، نہ تیرہ میں'' وہ خود اپنے تئیں ''مان نہ مان، میں تیرا مہمان'' کا مصداق بن کر دوسرے کے کاموں میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔

متعصبین کا یہ طبقہ چونکہ نہایت ھٹ دھرم ہے، اس لیے بندہ اس طبقہ کی کسی لاگ لپیٹ کے بغیر واضح الفاظ میں قلعی کھولنا ضروری سمجھتا ہے، جس سے اس طبقہ کو سخت وحشت محسوس ہوتی ہے، اور وہ طبقہ اس کو اپنی شان میں بے ادبی تصور کرتا ہے، چنانچہ مذکورہ نوعیت کے ایک اور ہم نوا نے بھی مجھے خط لکھا کہ میں کسی فاضل دوست سے آپ کی تعریف سن کر متاثر ہوگیا تھا، جس کے بعد آپ کی کتب ورسائل کو خرید کر ملاحظہ کیا، لیکن آپ کی فلاں کتاب پڑھ کر آپ کی عقیدت ومحبت ختم ہوگئی، جس میں اسی مندرجہ بالا کتاب کا حوالہ دیا گیا تھا۔

حالانکہ ان صاحب کو میں نے خود اپنی عقیدت ومحبت کی دعوت نہ دی تھی، وہ خود بلا تحقیق محض کسی کے کہنے پر کیوں متاثر ہوئے، اس میں ان کا اپنا قصور تھا، اور مجھے ان کی عقیدت ومحبت ختم ہونے

سے کوئی فرق نہیں پڑا، بے شک وہ بندہ کی تالیفات ملاحظہ نہ کریں، بلکہ دوسروں کو بھی ان سے روکیں، اہلِ حق کے متعلق یہ کوئی نیا طریقہ نہیں، یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔

بندہ کا اس کتاب سے مقصود کسی خاص شخص کی عقیدت ومحبت کا بٹورنا نہیں تھا، بلکہ الحمدللہ تعالیٰ، اللہ اوراس کے رسول کا صحیح پیغام پہنچا کر رضائے الٰہی مقصود تھا، اور بحمداللہ تعالیٰ اس کتاب میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیان کردہ صحیح پیغام پہنچایا گیا، جس کی وضاحت خود اسی کتاب میں بھی کردی گئی تھی، اور ماہنامہ ''التبلیغ'' کے ذریعے سے بھی الحمدللہ تعالیٰ اسی مقصود کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو اس کے نام سے واضح ہے۔

اوران شاءاللہ تعالیٰ سلف وخلف اہلِ حق کی اتباع کرتے ہوئے اس طرح کے متعصبین کے تعاقب کا دلائلِ قویہ کے ساتھ سلسلہ جاری رہے گا، اوران کی گیڈر بھبھکیوں سے یہ سلسلہ نہ رکے گا۔

حیرت ہے کہ اس طبقہ کی طرف سے کسی موقف کے متعلق مؤثر دلائل تو پیش کیے جاتے نہیں، اوپر سے اِدھراُدھر کی باتیں کرکے، دوسرے پر اثر انداز ہونے کی بے سود کوشش کی جاتی ہے۔

مقالات ومضامین (نیکی کے متعلق اسلام کے تین بنیادی مطالبات:قسط3) مولانا شعیب احمد

نیکیاں ضائع کرنے والے اعمال

گزشتہ قسط میں نیکیوں کی حفاظت کرنے کو نیکی کے متعلق اسلام کا تیسرا اہم مطالبہ بتلایا گیا تھا۔جس کے ضمن میں نیکیاں ضائع کرنے والے اعمال وافعال کی طرف توجہ دلانا بھی مفید محسوس ہوا۔نیکیاں ضائع کرنے والے ایک عمل کا تذکرہ تو پچھلی قسط میں گزر چکا ہے۔اب دیگر کچھ ایسے اعمال کا ذکر کیا جاتا ہے جو نیکیوں کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں۔

خدا کے نازل کردہ احکامات وتعلیمات کو برا سمجھنے اور ناگوار خیال کرنے سے انسان کی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

”ذٰلِکَ بِأَنَّھُمْ کَرِھُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰہُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَھُمْ“ (سورۃ محمد، رقم الآیۃ: ۹)

”یہ اس لیے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی سو اس نے ان کے اعمال ضائع کردیے“(محمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کو برا اور ناگوار سمجھنے کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال برباد اور ضائع ہوجاتے ہیں۔لہٰذا انسان کبھی بھی اسلام کے کسی حکم یا تعلیم کو ناگوار نہ سمجھے اور نہ ہی برا خیال کرے۔

آج کے دور میں یہ وباء عام ہوچکی ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ دینِ اسلام کے اُن احکامات پر نکتہ چینی کرتا نظر آتا ہیں جو ان کے مزاج اور طبیعت کے مطابق نہیں ہوتے۔بالخصوص کچھ لبرلز افراد کا وطیرہ ہی یہ بن چکا ہے کہ اسلام کے چند احکامات مثلاً داڑھی، پردہ اور اسلامی سزاؤں وغیرہ پر نکتہ چینی اور عیب جوئی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔حتیٰ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی سنتیں بھی اس نکتہ چینی کی زَد میں آجاتی ہیں۔

جان لینا چاہیے کہ یہ طرزِ عمل آدمی کی نیکیوں کے ضیاع کا سبب بن سکتا ہے۔لہٰذا اس سے گریز لازم

ہے۔اسلام کے کسی بھی حکم پر عمل کرنا یا نہ کرنا ایک الگ معاملہ ہے۔لیکن اس سے آگے بڑھ کر خدا کے کسی حکم پر نکتہ چینی اور عیب جوئی شروع کر دینا بے عملی سے بھی زیادہ برا اور قبیح فعل ہے۔

اسی طرح کسی کے ساتھ بھلائی کرنے کے بعد احسان جتلانے اور اسے تکلیف دینے سے بھی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

" يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى " (سورة البقرة، رقم الآية : ٢٦٤)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو'' (بقرہ)

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنے کسی مسلمان بھائی کے ساتھ کوئی بھلائی اور نیکی کرتا ہے لیکن پھر وقتاً فوقتاً اس بھلائی کا احسان بھی جتلاتا رہتا ہے کہ فلاں مصیبت کے موقع پر میں نے تمہاری مدد کی تھی، جب تمہیں مدد کی ضرورت پڑی تو میں نے تمہارا ساتھ دیا تھا، اگر میں اس وقت تمہارا ساتھ نہ دیتا تو تم مشکل سے دوچار ہوتے وغیرہ وغیرہ۔یہ اور اس جیسے دیگر جملے اور رویے احسان جتلانے میں داخل ہیں جو نیکیوں کے ضیاع اور بربادی کا سبب بنتے ہیں۔

اگر انسان محض اپنے مفاد یا اغراض کے حصول کی خاطر کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کرتا ہے تو یہ درحقیقت نیکی اور بھلائی ہو ہی نہیں سکتی۔ بلکہ یہ تو سودا بازی اور بیوپار ہے۔لہٰذا آدمی یہ کاروبار اور تجارت کرنے کی بجائے خالص نیکی کرے اور خدا کے سوا کسی سے بھی اس کے بدلے کا طالب نہ ہو۔

ایک بڑی مشہور کہاوت ہے کہ:

''نیکی کر دریا میں ڈال''

ایک مسلمان کا طرزِ عمل اس کہاوت کے بالکل عین مطابق ہونا چاہیے کہ نیکی کرنے کے بعد اسے بالکل بھلا دیا جائے اور بجز خدا کی ذات کے کسی بھی انسان سے بدلہ کی توقع اور امید قطعاً نہ رکھی جائے۔جس سے آدمی کا اخروی ثواب بھی محفوظ رہے گا اور انسان دنیا میں بھی سُکھی رہتا ہے۔

ایک اور فعل جس کی وجہ سے انسان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں وہ نمازِ عصر کو بلاوجہ چھوڑ دینا ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"مَنْ تَرَکَ صَلَاۃَ العَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ" (صحیح البخاری ، رقم الحدیث : ۵۵۳ ، کتاب مواقیت الصلاۃ ، باب من ترک العصر)

"جس نے عصر کی نماز (بغیر کسی عذر کے) چھوڑ دی تو اس کے عمل ضائع ہو گئے"

(بخاری)

پانچوں نمازوں میں سے کسی بھی نماز کو بلاوجہ ترک کر دینا برا ہے۔ لیکن نمازِ عصر کا خاص طور پر ذکر فرمانے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ عصر کے وقت دن بھر کی تمام سرگرمیاں اور کام کاج عموماً اپنے آخری مراحل میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں۔ ملازم پیشہ افراد اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے بعد گھر واپسی کی راہ لیتے ہیں۔ بازاروں میں کاروبار کے اندر بھی تیزی آ جاتی ہے۔ مسافر اور پردیسی شام پڑنے سے پہلے پہلے اپنے ٹھکانے اور منزل پر پہنچنے کی فکر کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میدانوں میں کھلاڑی بھی اپنا آخری داؤ کھیلنے اور آخری بازی لگانے کے لیے پرتول رہے ہوتے ہیں۔

غرضیکہ باقی اوقات کی بنسبت یہ وقت دنیاوی معاملات میں زیادہ مشغولیت اور مصروفیت کا ہوتا ہے۔ جس کی بناء پر کاروبار یا گھر بار کے معاملات میں انہماک کی وجہ سے نمازِ عصر کے ضائع ہونے کے بہت قوی امکانات ہوتے ہیں۔ نیز دن بھر کے مشاغل کے سبب پیدا ہو جانے والی تھکن بھی اس نماز کی ادائیگی میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ جبکہ خدا نے خاص طور پر اس نماز کی محافظت کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (کما ورد فی سورۃ البقرۃ : ۲۳۸)

اور پھر اس نماز کی ادائیگی میں کچھ زیادہ وقت بھی صَرف نہیں ہوتا۔ فقط چار فرض کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے جو چند منٹوں میں ادا کرنا بھی بآسانی ممکن ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی اس میں بھی کوتاہی اور سستی کرے تو بڑی ہی محرومی کی بات ہے۔ ان جیسی وجوہات کی بناء پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عذر نمازِ عصر چھوڑنے پر اعمال کے ضائع ہونے کی وعید ارشاد فرمائی ہے۔

قرآن وسنت میں اور بھی ایسے اعمال وافعال کا تذکرہ موجود ہے کہ جو نیکیوں کے ضیاع اور بربادی کا سبب بن جاتے ہیں۔ میں نے اختصار کے ساتھ ایسے چند اہم امور کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے

مقصود اس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ ہم مسلمان جیسے نیکیاں کرنے میں شوق اور رغبت کا مظاہرہ کرتے ہیں ویسے ہی ان کی حفاظت کا بھی خوب اہتمام کیا کریں۔اس باب میں قرآن کی اس نصیحت کو ہر لمحہ یاد رکھنا چاہیے کہ:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا" (سورة النحل، رقم الآية: ۹۲)

"اور اس عورت کی طرح مت ہو جانا جس نے اپنا سوت مضبوطی (سے کاتنے) کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا" (نحل)

مکہ مکرمہ میں ایک مجنون اور دیوانی بڑھیا تھی۔جو دن بھر بڑی محنت سے سوت کاتتی، دھاگا بناتی اور پھر اسے بیچ کر نفع کمانے کی بجائے شام کو خود ہی اسے کاٹ کر ریزہ ریزہ کر کے ضائع کر دیتی۔ قرآن اس کی مثال دیتے ہوئے ہم انسانوں کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ دیکھو! تم اس عورت کی طرح مت ہو جانا کہ پہلے محنت اور مشقت سے کوئی بھلائی اور اچھائی کرو لیکن پھر خود ہی اپنے کیے پر پانی پھیر دو اور آخرت میں جب اس نیکی سے فائدہ اٹھانے کا وقت آئے تو تمہارا دامن اس سے خالی ہو چکا ہو۔ ؎

مدتوں بعد کہیں پہنچے جو تعبیر کے شہر　　　سکّے خوابوں کے گرہ میں تھے جو، کھوٹے نکلے

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ رجب: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رجب ۹۰۱ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ عبدالوہاب بن احمد بن محمد الشہیر بابنِ عرب شاہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۲۵۸)

□......ماہِ رجب ۹۰۲ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ شمس الدین محمد بن حسن ابن المزلق دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۳۷)

□......ماہِ رجب ۹۰۴ھ: میں حضرت شیخ محمد بن حسن بن طاہر عباسی حنفی جونپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴،ص۴۰۷)

□......ماہِ رجب ۹۰۸ھ: میں حضرت ابوعمر وفخر الدین عثمان بن محمد بن عثمان ازہری مصری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۲۶۰)

□......ماہِ رجب ۹۱۰ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عمر بن حسین شیرازی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۱۴۹،شذرات الذھب فی أخبار من ذھب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰،ص۶۵)

□......ماہِ رجب ۹۱۲ھ: میں حضرت اقضی القضاۃ شمس الدین محمد بن عیسیٰ حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۷۱)

□......ماہِ رجب ۹۱۵ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن عبدالحق شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۱۳۷)

□......ماہِ رجب ۹۱۶ھ: میں حضرت شیخ شمس الدین محمد بن سابق دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۸۲)

□......ماہِ رجب ۹۱۸ھ: میں حضرت قاضی المالکیۃ قاضی القضاۃ شمس الدین عبداللہ بن محمد بستی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱،ص۲۱۷)

□......ماہِ رجب ۹۱۹ھ: میں حضرت شیخ برہان الدین ابراہیم بن عثمان بن محمد بن عثمان بن موسیٰ بن یحییٰ مرادی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱، ص۱۰۸)

□......ماہِ رجب ۹۲۴ھ: میں حضرت شیخ عبدالرزاق بن خواجہ سالار بن فرید الدین انصاری سہارنپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص۳۶۳)

□......ماہِ رجب ۹۲۷ھ: میں حضرت سید علی بن امام شرف الدین بن شمس الدین رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج۱، ص۴۵۸)

□......ماہِ رجب ۹۲۸ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد سنباطی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱، ص۱۵۶)

□......ماہِ رجب ۹۳۰ھ: میں حضرت شیخ الاسلام زین الدین احمد بن عبدالوہاب بن عبدالقادر دمشقی حنفی عینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱، ص۱۴۰)

□......ماہِ رجب ۹۳۱ھ: میں حضرت محمد بن احمد بن محمد مرغم زیدی یمانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج۲، ص۱۲۲)

□......ماہِ رجب ۹۳۲ھ: میں حضرت قاضی علاء الدین علی بن عبداللہ عشاری حلبی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱، ص۲۷۲)

□......ماہِ رجب ۹۳۳ھ: میں حضرت بہاء الدین محمد بن عبداللہ بن علی بن خلیل عاتکی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۱، ص۵۲)

□......ماہِ رجب ۹۳۷ھ: میں حضرت شیخ محمد بن منکن بن داؤد بن شہاب الدین رومی بکری ملانوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص۴۱۸)

□......ماہِ رجب ۹۴۰ھ: میں حضرت شیخ احمد ضریر بقاعی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲، ص۱۱۸)

□......ماہِ رجب ۹۴۷ھ: میں حضرت ابراہیم منلا عجمی تبریزی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲، ص۸۴)

□......ماہِ رجب ۹۴۸ھ: میں حضرت قاضی شمس الدین محمد بن رجب بہنسی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲، ص۳۴)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء و فقہاء (قسط 8)

اجتہاد کا سنہرا دور

دوسری صدی کے اوائل سے چوتھی صدی کے نصف تک کا دور اجتہاد کا سنہرا دور کہلاتا ہے، جس میں ائمہ اور فقہائے کرام نے دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں مسائل کا استخراج کیا، اُفقِ اجتہاد پر متعدد مجتہدین چھائے ہوئے تھے، جن میں سے بعض حضرات اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، جیسا کہ وہ حضرات جو ''**مجتهد في الشرع**'' یا پھر ''**مجتهد في المذهب**'' میں سے شمار ہوتے ہیں، جبکہ بعض ان کے تلامذہ و اصحاب میں سے تھے کہ جنہوں نے اپنے اپنے مسالک کے اندر رہتے ہوئے فروعات کے اندر اجتہاد کیا، جیسا کہ وہ حضرات، جن کا شمار ''**مجتهد في المسائل**'' اور ''**مجتهدِ مقید**'' کے اندر ہوتا ہے۔ [1]

لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، ان میں سے اکثر حضرات اور ان کے متبعین کے چل بسنے سے ان کے مذاہب و مسالک عملی سانچوں سے نکل کر کتابوں کی نذر ہوتے گئے، متون لکھے گئے، شروحات لکھی گئیں، فتاویٰ لکھے گئے۔

چنانچہ آج عالمِ اسلامی پہ نمایاں حکمرانی کرنے والے اہلِ سنت والجماعت کے چار مسالک رہ گئے، گزشتہ اقساط میں ان مسالکِ اربعہ کے مؤسسین و ائمہ اور ان کے اصحاب و تلامذہ میں سے فقہ حنفی اور اس کے بانی امام ابوحنیفہ اور آپ کے ممتاز تلامذہ کا مختصر ذکر گزر چکا ہے، ذیل میں فقہ حنفی کی امہات الکتب اور دیگر ائمہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[1] اس دور کے بعد تقلید کا دور شروع ہوا، اس دور میں ایسے فقہاء پیدا ہوئے، جنہوں نے اجتہاد موقوف کر کے تقلید پر اکتفاء کیا، اور اجتہاد کے بجائے مفتیوں کے مضامین، ان کی شروحات اور فتاویٰ کو زیادہ معتبر جانا، مختصر متون لکھے گئے، اور پھر ان کی شروحات لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا، جس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ اقساط میں ذکر کی جائے گی۔

www.idaraghufran.org

فقہ حنفی کی اُمہات الکتب

فقہ حنفی کے اصل مصادر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، یا پھر اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر مشتمل ہیں۔

(1)...... مسائلُ الاصول (ظاهرُ الرواية)

(2)......مسائلُ النوادر (نادرُ الرواية)

(3)......الفتاویٰ والواقعات

مسائلُ الاصول (ظاهرُ الرواية)

مسائلُ الاصول کہ جن کو"ظاهرُ الرواية" بھی کہا جاتا ہے، سے مراد وہ مسائل ہے، جو اصحابِ مذہب یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ سے تواتر اور مستند طریقہ پر مروی ہیں، بعض حضرات نے ان کے ساتھ امام زفر اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو بھی شامل کیا ہے، لیکن عام طور پر اصحابِ مذہب بول کر بانی فقہ حنفی اور صاحبین کو ہی مراد لیا جاتا ہے، اور وہ کتابیں کہ جن میں ان مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے "کتب ظاهرُ الراوية" کہا جاتا ہے، جو کہ امام محمد رحمہ اللہ کی درج ذیل 6 کتابیں شمار ہوتی ہیں۔

(1)...... کتابُ المبسوط (2)...... الجامعُ الصغير (3)...... الجامعُ الكبير (4)...... السيرُ الصغير (5)...... السيرُ الكبير (6)...... الزيادات

کیونکہ ان کتب کو امام محمد رحمہ اللہ سے ثقہ حضرات نے روایت کیا ہے، اور ان کا ثبوت شہرت و تواتر اور مستند طریقہ سے بھی منقول ہیں، اس لیے ان کتب کو "اصول" بھی کہا جاتا ہے۔

فقہ حنفی کے ایک مشہور فقیہ "**ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی**" (المتوفیٰ: 334) "جو کہ "حاکم شہید" کے نام سے معروف ہیں، نے مذکورہ "اصول" کی کتابوں میں سے مکرر مسائل کو حذف کر کے، ان کو "**الكافي في فروع الحنفية**" کے نام سے مرتب کیا ہے، مذہب کو نقل کرنے میں یہ کتاب بڑی معتمد ہے، اور اس کتاب کو قبولِ عام بھی حاصل ہوا، بڑے

www.idaraghufran.org

بڑے علماء وفقہاء نے اس کی شروحات لکھیں، جن میں سب سے مشہور اور معتمد شرح ''شمس الائمہ سرخسی'' (المتوفیٰ:483) رحمہ اللہ نے ''المبسوط'' کے نام سے لکھی ہے، جس کو ''المبسوط للسرخسی'' بھی کہا جاتا ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مبسوط سرخسی کا یہ مقام ہے کہ اس پر اعتماد کیا جاتا ہے، اور اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے، اور اس کے خلاف عمل نہیں کیا جاتا۔

کتبِ مذہب میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ کی ایک اور کتاب ''المنتقیٰ'' کے نام سے بھی ہے، لیکن اس کو وہ مقام حاصل نہیں، کیونکہ اس میں کچھ نوادر بھی ہیں۔

مسائلُ النوادر (نادرُ الروایۃ)

دوسری قسم کے وہ مسائل ہیں، جو ظاہرُ الراویۃ میں مذکور نہیں، بلکہ امام محمد رحمہ اللہ کی دیگر کتب میں مذکور ہیں، اور ان کو غیر ظاہرُ الروایۃ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ مسائل اس درجہ شہرت وتواتر اور معتبر و مستند طریقہ پر مروی نہیں، جیسا کہ اصول کی 6 کتابوں میں مذکور ہیں، مسائل کی ان دوسری قسم کو ''مسائلُ النوادر'' اور ''نادرُ الروایۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔

ان میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کردہ درج ذیل کتب شامل ہیں:

(1)...... ہارونیاتؔ (اس سے مراد وہ کتاب ہے، جس کو امام محمد رحمہ اللہ نے خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں لکھوایا تھا، ہارونیات کو ''ھارونیات فی المسائل'' بھی کہا جاتا ہے)۔

(2)...... رقیاتؔ (اس کتاب میں وہ مسائل درج ہیں، جو امام محمد رحمہ اللہ کو اس وقت پیش آئے تھے، جب آپ کو ہارون الرشید نے شہرِ رقہ کا قاضی مقرر کیا تھا، رقیات کو ابنِ سماعہ نے امام محمد سے روایت کر کے لکھوایا ہے، انہیں ''رقیات فی المسائل'' بھی کہا جاتا ہے)۔

(3)...... کیسانیاتؔ (یہ وہ مسائل ہیں، جنہیں امام محمد رحمہ اللہ نے سلیمان بن شعیب کیسانی کو لکھوایا تھا، جب آپ اس علاقے میں قاضی تھے، کیسانیات کو سلیمان بن شعیب کیسانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے، انہیں ''کیسانیات فی المسائل'' بھی کہا جاتا ہے)۔

(4)...... جرجانیاتؔ (یہ مسائل امام محمد رحمہ اللہ نے علی بن صالح جرجانی کو لکھوائے تھے، جب

آپ اس علاقے میں قاضی تھے، جرجانیات کو علی بن صالح جرجانی نے امام محمد سے روایت کیا ہے، جنہیں ''جرجانیات فی المسائل'' بھی کہا جاتا ہے)۔

ملحوظ رہے کہ یہ کتب ان 6 کتابوں کے علاوہ ہے، جنہیں ''ظاہر روایت'' کہا جاتا ہے۔

نیز اس کے علاوہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ''کتابُ الامالی'' حسن بن زیاد کی ''کتابُ المجرد'' اور اس کے علاوہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے تلامذہ کی کتابیں بھی ''نوادر'' کہلاتی ہیں۔

فتاویٰ اور واقعات

فتاویٰ اور واقعات سے مراد وہ مسائل ہیں کہ جن میں اصحابِ مذہب (امام ابو حنیفہ اور آپ کے بعد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) سے کوئی روایت منقول نہیں، جن کو بعد کے مشائخ و مجتہدین نے اجتہاد و استنباطِ احکام کے ذریعہ مرتب و مولف فرمایا، جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے اصحاب و تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

صاحبین کے تلامذہ میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جرجانی، ابو حفص البخاری وغیرہم ہیں، اور ان کے بعد کا گروہ محمد بن سلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحییٰ، ابو النصر القاسم بن سلام وغیرہم پر مشتمل ہے۔

ان حضرات نے اُن مسائل کا استنباط کیا کہ جن کے متعلق اصحابِ مذہب سے کوئی روایت منقول نہیں تھی، لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے اپنے اجتہادات کی روشنی میں، قوی دلائل و اسباب کی بناء پر اصحابِ مذہب کے خلاف بھی قول کیا۔

ان فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے سامنے آئی، وہ ''النوازل'' ہے، جو فقہ حنفی کے مشہور فقیہ ''ابو لیث سمرقندی'' (المتوفیٰ: 373ہجری) کی ہے، ان کے بعد دوسرے فقہائے کرام نے بھی بہت سے مجموعے مرتب کیے، جیسا کہ علامہ ناطفی (المتوفیٰ: 446ہجری) نے اس ضمن میں ''الواقعات'' مرتب کی، اور ابو محمد حسام الدین المعروف صدر الشہید کی ''الواقعات'' بھی۔

www.idaraghufran.org

پھر متاخرین یعنی بعد کے حضرات نے ان مسائل کو مخلوط اور غیر متمیز طریقے پر بیان فرمایا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان اور خلاصہ وغیرہ میں، جبکہ بعض حضرات نے ان مسائل کو ترتیب وتمیز کے ساتھ بیان کیا، جیسا کہ رضی الدین سرخسی کی ''المحیط''، انہوں نے اولاً ''مسائلُ الاصول'' کو ذکر کیا، پھر ''نوادر'' کو اور پھر ''فتاویٰ'' کو ذکر فرمایا۔

ان کے علاوہ چند اہم کتب یہ بھی ہیں:

خلاصة الفتاویٰ (طاهر البخاری)، فتاویٰ قاضی خان، الفتاویٰ التاتارخانية، جامع الفتاوی، الفتاوی البزازية، الفتاویٰ الولوالجية، الفتاویٰ السراجية، الفتاویٰ الخيرية، الفتاویٰ الهندية، العقود الدرية فی تنقيح الفتاوی الحامدية، مختارات النوازل، النتف الفتاویٰ، الحاوی القدسی، وغيرها ذلک. [1]

---

[1] الأولى مسائل الأصول، وتسمى ظاهر الرواية أيضا، وهی مسائل مروية عن أصحاب المذهب، وهم أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد، ويلحق بهم زفر والحسن بن زياد وغيرهما ممن أخذ عن الإمام، لكن الغالب الشائع فی ظاهر الرواية أن يكون قول الثلاثة وكتب ظاهر الرواية، كتب محمد الستة المبسوط والزيادات والجامع الصغير والسير الصغير والجامع الكبير، وإنما سميت بظاهر الرواية؛ لأنها رويت عن محمد بروايات الثقات، فهی ثابتة عنه إما متواترة أو مشهورة عنه.
الثانية مسائل النوادر، وهی المروية عن أصحابنا المذكورين لكن لا فی الكتب المذكورة، بل إما فی كتب أخر لمحمد كالكيسانيات والهارونيات والجرجانيات والرقيات، وإنما قيل لها غير ظاهر الرواية؛ لأنها لم ترو عن محمد بروايات ظاهرة ثابتة صحيحة كالكتب الأولى، وإما فی كتب محمد كالمحرر للحسن بن زياد وغيره ومنها كتب الأمالی المروية عن أبی يوسف............الثالثة الواقعات، وهی مسائل استنبطها المجتهدون المتأخرون لما سئلوا عنها ولم يجدوا فيها رواية، وهم أصحاب أبی يوسف ومحمد وأصحاب أصحابهما، وهلم جرا، وهم كثيرون، فمن أصحابهما مثل عصام بن يوسف وابن رستم ومحمد بن سماعة وأبی سليمان الجرجانی وأبی حفص البخاری، ومن بعدهم مثل محمد بن سلمة ومحمد بن مقاتل ونصير بن يحيی وأبی النصر القاسم بن سلام .وقد يتفق لهم أن يخالفوا أصحاب المذهب لدلائل وأسباب ظهرت لهم، وأول كتاب جمع فی فتواهم فيما بلغنا كتاب النوازل للفقيه أبی الليث السمرقندی، ثم جمع المشايخ بعده كتبا أخر كمجموع النوازل والواقعات للناطفی والواقعات للصدر الشهيد، ثم ذكر المتأخرون هذه المسائل مختلطة غير متميزة كما فی فتاوی قاضی خان والخلاصة وغيرهما، وميز بعضهم كما فی كتاب المحيط لرضی الدين السرخسی، فإنه ذكر أولا مسائل الأصول ثم النوادر ثم الفتاوی ونعم ما فعل ....(مقدمة رد المحتار، ج۱، ص ۶۹)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء — حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط59) — مولانا محمد ریحان

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (چوتھا حصہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پہلے ذکر کیا جاچکا کہ ان کا عام لوگوں اور صحابہ کرام اوران کی اولادوں سے کیا سکوک ہوا کرتا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کے سلوک کی یہی تصویر ہمیں اس وقت بھی نظر آتی ہے، جب ہم آپ کا رویہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ازواجِ مطہرات کے ساتھ خوش اسلوبی کا یہ عالم تھا کہ باقی ازواج کو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر فوقیت دیتے۔بارہا اپنی بیٹی کے مقابلے میں دوسروں کو اچھی چیز فراہم کی، کہ کہیں لوگوں میں یہ تاثر نہ چلا جائے کہ باقی ازواج کے مقابلے میں اپنی بیٹی کو نوازا جارہا ہے۔

چنانچہ حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اونٹوں کے باڑے میں ایک اونٹنی اندھی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ اونٹنی کسی کو دے دیں تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔میں نے کہا کہ وہ اندھی ہے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس کو اونٹوں کی قطار میں باندھ دیں گے۔میں نے کہا کہ وہ چارہ کیسے کھائے گی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے جانوروں میں سے۔میں نے کہا کہ وہ جزیے کے جانوروں میں سے ہے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس کے کھانے کا ارادہ کیا ہے۔میں نے کہا کہ نہیں اس پر جزیہ کی نشانی موجود ہے۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا،تو اس کو ذبح کردیا گیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نو پیالے تھے۔جو میوہ یا اچھی چیز آتی،آپ ان میں رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو بھیجا کرتے،اور سب سے آخر میں اپنی بیٹی حفصہ کو بھیجتے۔اگر وہ چیز کم ہوتی تو کمی حفصہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آتی۔تو سب سے پہلے آپ نے گوشت کو پیالوں میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو بھیجا۔اس کے بعد

اس کے پکانے کا حکم دیا، اور سب مہاجرین اور انصار کی دعوت کی۔ [1]

صرف یہی نہیں، بلکہ اور معاملات میں بھی آپ رضی اللہ عنہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ خوش اسلوبی والا معاملہ فرماتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے ارضِ عرب سے یہودیوں کو نکالنے کا ارادہ کیا، تو خیبر کی تقسیم اس سلوک کی گواہ ہے، جو آپ رضی اللہ عنہ نے ازواجِ مطہرات کے ساتھ کیا۔ آپ نے ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں، تو زمین کی آمدنی کو ترجیح دیں، یا زمین لینا چاہیں، تو وہ لے لیں، دونوں قسم کے اختیارات ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص توجہ اور حسنِ سلوک کی مثال ہیں۔

چنانچہ حضرت نافع سے روایت ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خیبر کے یہودیوں سے) وہاں (کی زمین میں) پھل کھیتی اور جو بھی پیداوار ہو اس کے آدھے حصے پر معاملہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنی بیویوں کو سو وسق دیتے تھے۔ جس میں اسی وسق کھجور ہوتی اور بیس وسق جو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) جب خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو آپ نے اس کا اختیار دیا کہ (اگر وہ چاہیں تو) انہیں بھی وہاں کا پانی اور قطعہ زمین دے دیا جائے۔ یا وہی پہلی صورت باقی رکھی جائے۔ چنانچہ بعض نے زمین لینا پسند کیا۔ اور بعض نے (پیداوار سے) وسق لینا پسند کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین ہی لینا پسند کیا (بخاری) [2]

---

[1] مالک، عن زيد بن أسلم، عن أبيه؛ أنه قال لعمر بن الخطاب: إن فى الظهر ناقة عمياء .فقال عمر: ادفعها إلى أهل بيت ينتفعون بها .قال: فقلت: وهى عمياء؟قال: يقطرونها بالإبل.قال، فقلت: كيف تأكل من الأرض؟قال: فقال عمر: أمن نعم الجزية هى أم من نعم الصدقة؟ فقلت: بل من نعم الجزية .فقال عمر: أردتم، والله، أكلها .فقلت: إن عليها وسم نعم الجزية .فأمر بها عمر فنحرت .وكان عنده صحاف تسع . فلا تكون فاكهة ولا طريفة إلا جعل منها فى تلك الصحاف فيبعث به إلى أزواج النبى صلى الله عليه وسلم ويكون الذى يبعث به إلى حفصة ابنته، من آخر ذلك .فإن كان فيه النقصان ، كان فى حظ حفصة .قال: فجعل فى تلك الصحاف من لحم تلك الجزور .فبعث به إلى أزواج النبى صلى الله عليه وسلم .وأمر بما بقى من لحم تلك الجزور، فصنع .فدعا عليه المهاجرين والأنصار(موطا امام مالک ج۲ ص۳۹۶ رقم الحديث ۹۷۰ كتاب الزكاة جزية أهل الكتاب)

[2] أن النبى صلى الله عليه وسلم عامل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع، فكان يعطى أزواجه مائة وسق، ثمانون وسق تمر،وعشرون وسق شعير، فقسم عمر خيبر فخير ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ازواجِ مطہرات کے ساتھ آپ کا یہ برتاؤ واضح اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امہات المؤمنین کی ہر آسائش کا خیال رکھا،ان کے کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے ہر چیز میں دوسروں پر ان کو فوقیت دی۔اس سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ کوئی زیادتی والا معاملہ کرتے تھے،جیسا کہ بعض لوگوں کا آپ رضی اللہ عنہ پر الزام ہے۔

چنانچہ بعض لوگ آپ کی ازواجِ مطہرات پر اس تنقید کو سامنے رکھتے ہیں کہ آپ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کا پردہ کرنے کا کہتے تھے،اور زبردستی ان پر وہ حکم لگوانے کی کوشش کرتے تھے،جس کا شریعت نے مطالبہ نہیں کیا۔ [1]

تو یہ بات سامنے رہے کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کا پردہ کرنے کا مشورہ دیا تھا،اور اس کو پسند فرمایا تھا، جو محض آپ رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا،کوئی زبردستی والا معاملہ نہیں تھا۔اور مزید یہ کہ آپ کی رائے ، جو عین مصلحت پر مبنی تھی،اس کی مزید تائید وتوثیق وحی کے ذریعہ کی گئی۔

اس کے برعکس آپ رضی اللہ عنہ شریعت کے احکامات کے سامنے سرِتسلیم خم کرتے تھے۔جب بھی کوئی بات آپ کی طبیعت پر گراں گزرتی ،مگر شریعت کا حکم دوسرا ہوتا،تو آپ عین شریعت کے مطابق ہی چلا کرتے،کسی دوسرے پر شریعت کے خلاف ہوکر کبھی اپنا حکم مسلط نہ کرتے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أزواج النبی صلی الله علیه وسلم، أن یقطع لهن من الماء والأرض، أو یمضی لهن، فمنهن من اختار الأرض، ومنهن من اختار الوسق، وکانت عائشة اختارت الأرض(صحیح البخاری ج٣ص١٠۴ رقم الحدیث ٢٣٢٨ کتاب المزاعة،باب المزارعة بالشطر ونحوه)

[1] عن ابن شهاب، قال: أخبرنی عروة بن الزبیر، أن عائشة رضی الله عنها زوج النبی صلی الله علیه وسلم، قالت: کان عمر بن الخطاب یقول لرسول الله صلی الله علیه وسلم: احجب نسائک، قالت: فلم یفعل، "وکان أزواج النبی صلی الله علیه وسلم [ص:54] یخرجن لیلا إلی لیل قبل المناصع، فخرجت سودة بنت زمعة، وکانت امرأة طویلة، فرآها عمر بن الخطاب وهو فی المجلس، فقال: عرفتک یا سودة، حرصا علی أن ینزل الحجاب "قالت: فأنزل الله عز وجل آیة الحجاب(صحیح البخاری ج٨ص٥٣ رقم الحدیث ٦٢۴٠ کتاب الاستئذان،باب آیة الحجاب)

[2] عن ابن عمر، قال: کانت امرأة لعمر تشهد صلاة الصبح والعشاء فی الجماعة فی المسجد، فقیل لها: لم تخرجین وقد تعلمین أن عمر یکره ذلک ویغار؟ قالت: وما یمنعه أن ینهانی؟ قال: یمنعه قول رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تمنعوا إماء الله مساجد الله(صحیح البخاری ج٢ص٦ رقم الحدیث ٩٠٠ کتاب الجمعة،باب هل علی من لم یشهد الجمعة غسل من النساء والصبیان وغیرهم؟)

پیارے بچو!　　　مولانا محمد ریحان

نماز کا وقت

پیارے بچو!ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بچہ تھا۔اس کا نام ارسلان تھا۔اس کو کھلونے بہت پسند تھے۔جب بھی وہ اسکول سے گھر واپس آتا تو وضو کر کے نماز پڑھتا تھا۔نماز پڑھنے کے بعد وہ گھر میں رہتا تھا۔اس کے امی ابو نے اس کے لیے ایک قاری صاحب لگوائے ہوئے تھے جو اس کو گھر آ کر قاعدہ وغیرہ پڑھاتے تھے۔ایک دن وہ گھر آیا تو اس نے کیا دیکھا کہ گھر میں کافی سارے کھلونے رکھے ہوئے ہیں۔کھلونے مختلف اقسام کے تھے۔کوئی ریموٹ والی گاڑی تھی تو کوئی ریموٹ والا موٹر سائیکل۔

ریموٹ والی گاڑی یا موٹر سائیکل کے ساتھ ایک ریموٹ ہوتا ہے جس کے آگے ایک لمبی سی لوہے کی تار ہوتی ہے جسے اینٹینا بھی کہتے ہیں۔کسی ریموٹ میں ایک سیل اور کسی میں دو سیل ڈلتے ہیں۔ریموٹ والی کسی گاڑی میں چھ اور کسی میں آٹھ سیل ڈلتے ہیں۔

ارسلان اتنا خوش ہوا کہ وہ وضو کرنا اور نماز پڑھنا بھول گیا۔وہ انہیں سوچوں میں گم تھا:

''امم....امم اس میں سیل کتنے ڈلیں گے؟اور ہاں سیل کے لیے پیسے کہاں سے لاؤں گا؟''

اس کو یاد آیا کہ اس نے پلاسٹک کا ایک غلق خریدا تھا۔اب اگر کسی کو غلق کا نہیں پتا تو غلق میں بھی کئی طرح کی اقسام ہیں،پلاسٹک اور مٹی کے بنے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں پیسے جمع کیے جاتے ہیں پیسوں میں بھی سکوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔صرف پیسے جمع کرنا ہی اس غلق کی خاصیت نہیں،بلکہ جمع کرنے والے کے دماغ پر ایک کیڑا مسلسل منڈلاتا رہتا ہے کہ کب پلاسٹک کا ہو تو اسے کاٹوں اور مٹی کا ہو تو زمین پر پھینک کر تھراش کی آواز سنوں۔

خیر ارسلان نے ایک چھری لی اور غلک کی پیسے ڈالنے والی جگہ کے اندر اس کی نوک اندر کی اور چوڑائی کے رخ چھری چلائی۔غلق کو چھری سے اس طریقے سے کاٹ کر انگوٹھے سے دبایا جائے تو اس میں پیسے ہی نہ صرف دیکھے جاسکتے ہیں بلکہ اگر اسی حالت میں اسے الٹایا جائے تو پیسے نکالنے

میں بھی کافی سہولت ہوتی ہے۔

ارسلان وضو بھول چکا تھا، نماز بھی بھول چکا تھا۔ باہر قاری صاحب کھڑے گھنٹیوں پہ گھنٹیاں بجا کر پریشانی کے عالم میں گھر کے سامنے ادھر سے ادھر چکر لگا رہے تھے۔ دوسری طرف باہر ہر گزرنے والا قاری صاحب کو اوپر سے نیچے تک نظر جما کر دیکھتا اور اس طرح دیکھتے ہوئے گزر جاتا جیسے قاری صاحب اس کے گھر کے باہر کھڑے ہیں۔ قاری صاحب تھوڑی دیر انتظار کر کے چلے گئے۔

ارسلان پیسے لے کر باہر دوکان پر گیا اور دس سیل خرید لایا۔ دو سیل ریموٹ میں اور آٹھ سیل گاڑی میں ڈالے۔ ریموٹ ہاتھ میں لے کر بٹن دبایا اور گاڑی آگے آگے تھی اور ارسلان اس کے پیچھے پیچھے۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی کی رفتار آہستہ ہوگئی۔ اس کی لائیٹوں میں جلنے والی روشنی مدھم ہوگئی۔ بالآخر اب گاڑی کے صرف ٹائر ہی مڑ سکتے تھے اور گاڑی مزید چل نہیں پا رہی تھی۔ بعد میں ارسلان کو احساس ہوا کہ گاڑی کے سیل ختم ہو چکے ہیں۔

قاری صاحب جا چکے تھے، نماز کا وقت نکل چکا تھا۔ ارسلان کو بالآخر احساس ہوا:

''ہیں...... میں نے تو نماز نہیں پڑھی! اوہ ہو! قاری صاحب نے بھی آنا تھا وہ نہیں آئے؟''

پیارے بچو! جب بھی کوئی کھیل یا کھیل کی چیز سامنے آئے تو انسان کو اپنے کام نہیں بھولنے چاہئے۔ نماز ہو یا قرآن مجید کی تلاوت ہر کام اپنے وقت پر کرنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ کھیل تماشے میں ہی ساری زندگی گزر جائے اور اس وقت احساس ہو جب ہاتھ میں کچھ بھی نہ ہو۔

پیارے بچو! جب بھی نماز کا وقت آجائے، تو نماز کو ایک فریضہ کے طور پر سب کام چھوڑ کر ادا کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کھیل میں مصروف رہیں، اور نماز کا وقت نکل جائے۔ گزرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ اسی طرح جو نماز قضاء ہو جائے، تو اس نماز کا وقت دوبارہ نہیں آتا، اگرچہ ادا کرنا پھر بھی ذمہ میں رہتا ہے۔ اس لیے کوشش کی جائے کہ والدین میں سے کسی بڑے کو یا بڑے بھائی کو کہہ دو کہ نماز کی یاد دہانی آپ کو کرا دیں، یا پھر خود سے اذان کی طرف توجہ رکھو۔

جب اذان سنائی دے، تو سارے کام چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جاؤ، اور نماز ادا کرنے کے بعد ہی کوئی کھیلنے کودنے کا یا کوئی اور کام ہو تو، اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط47) مفتی طلحہ مدثر

حضانت (پَرورش) میں خواتین کے اختیارات (تیسرا حصہ)

معزز خواتین! پہلے یہ ذکر کیا جا چکا ہے، کہ پرورش میں خواتین کا حق مقدم ہے، اور شریعت نے اس معاملے میں خواتین کو مردوں پر ترجیح دی ہے، لیکن اس حق کے حاصل ہونے کی کیا شرائط ہیں، اور کن باتوں سے یہ حق ساقط اور ختم ہو جاتا ہے، اس میں کچھ تفصیل ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

پرورش کا حق حاصل ہونے کی شرائط

دین و دنیا کی کوئی بھی ذمہ داری بغیر جانچ، پڑتال کے، ہر شخص کو نہیں دے دی جاتی، بلکہ اس کے لیے اچھی خاصی چھان بین کی جاتی ہے، ہر ذمہ داری کے لیے الگ قابلیت (qualification) درکار ہوتی ہے، جس کو مدِ نظر رکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے، کہ جس شخص کے کاندھوں پر ذمہ داری کا بوجھ ڈالا جا رہا ہے، وہ اس بوجھ کو برداشت کرنے اور اٹھانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

شریعت کی نظر میں بچہ کی پرورش کرنا اگرچہ ایک حق ہے، اور حقدار اپنے اس حق کے مطالبہ کا اختیار بھی رکھتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ ایک ذمہ داری بھی ہے، جس میں بچہ کے مستقبل کی مصلحت، اس کی نشو ونما، عقائد ونظریات کی بقا کو بھی مدِ نظر رکھا جاتا ہے، اس مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، فقہاء کرام نے پرورش کا حق حاصل ہونے کے لیے کچھ شرائط کا ذکر کیا ہے، جن میں بعض تو مشترکہ ہیں، یعنی پرورش کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت دونوں میں ان شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اور بعض ایسی ہیں جو صرف خواتین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

چنانچہ اکثر فقہاء کے نزدیک پرورش کرنے والا اگر مرد ہو، تو اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کسی کافر کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ بچہ کی ہر طرح سے پرورش کرے، کیونکہ ایسی صورت میں بچہ کے عقائد ونظریات پر لازماً کفر کا اثر پڑے گا، جو اس کے لیے خطرناک ہے، جبکہ بعض فقہاء پرورش کرنے والے مرد میں تو اسلام کو شرط قرار دیتے ہیں، لیکن پرورش کرنے والی خاتون ہو،

تو اگر چہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، اس کو بچہ کی پرورش کا حق حاصل ہوگا اور بچہ کے عقائد وغیرہ کی حفاظت کے لیے متبادل طریقے تجویز کیے جائیں گے۔

بچے کی پرورش کا حق حاصل ہونے کی دوسری شرط ''عقل'' کا پایا جانا ہے، جس شخص میں عقل مفقود ہو، اس کو اپنی دیکھ بھال کے لیے بھی دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں وہ کس طرح سے بچہ کی پرورش کرسکتا ہے؟، اسی بنا پر پرورش کرنے والی خاتون کا عاقل ہونا، یعنی پاگل ومجنون وغیرہ نہ ہونا، پرورش کا حق حاصل ہونے کی بنیادی شرائط میں سے ہے۔

تیسری شرط ''بلوغ'' ہے، یعنی پرورش کرنے والی خاتون خود بالغ ہو، چھوٹی بچی اگر چہ وہ سمجھدار ہی کیوں نہ ہو، اس کی اہل نہیں ہے، کہ اس کو بچہ کی پرورش کی ذمہ داری دے دی جائے۔

چوتھی شرط ''امانت'' ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پرورش کرنے والی خاتون کسی ایسے اعلانیہ گناہ میں ملوث نہ ہو، جس کی وجہ سے بچہ کی تربیت کے بجائے اس کے ضائع ہوجانے کا خوف ہو، مثلاً کھلم کھلا شراب کی عادی خاتون، یا زانی وکسبیہ خاتون یا ایسی خاتون جو چوری اور ڈاکے ڈالنے کی وجہ سے شہرت رکھتی ہو، اس جیسی تمام صورتوں میں ایسی خاتون کو پرورش کا حق نہیں ملے گا، بشرطیکہ یہ گناہ اعلانیہ ہوں، اگر کسی خاتون کی حالت پوشیدہ ہو، تو صرف دوسروں کا اس کی حالت سے لاعلم ہونا، اس عورت کو پرورش کے حق سے محروم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، بعض فقہاء کے نزدیک اگر پرورش کرنے والی خاتون بذاتِ خود تو ان اعلانیہ گناہوں میں ملوث نہ ہو، جن کا اوپر ذکر ہوا ، لیکن اس کی رہائش ایسی جگہ ہو، جہاں اوباش اور بدکردار لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہو، یا کسی ایسی جگہ رہائش ہو، جہاں چوری، ڈاکہ کے غالب خطرات ہوں، جس کی وجہ سے بچی کی عزت یا مال وغیرہ پر اطمنان حاصل نہ ہو، تو ایسی صورت میں بھی، پرورش کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

پانچویں شرط ''قدرت'' ہے، یعنی بچہ کی پرورش کی قدرت بھی حاصل ہو، اگر کوئی خاتون بہت ضعیف العمر ہوگئی ہو، یا کسی ایسے مرض میں مبتلاء ہو، کہ بستر سے ہی لگ گئی ہو، یا نابینا ہو، یا کوئی نوکری اور کام کاج ایسا کرتی ہو، جس کی وجہ سے اسے اکثر خود گھر سے باہر رہنا پڑتا ہو، اور بچہ کو تنہا چھوڑ دیتی ہو، تو اس جیسی تمام صورتوں میں ایسی غیر قادر عورت کو پرورش کا حق حاصل نہیں ہوگا، الا یہ

کہ اس خاتون کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود ہو، جو اس کی غیر موجودگی میں بچہ کا خیال رکھ سکتا ہو، تو پھر ایسی خواتین کا بھی حق ختم نہیں ہوگا، جبکہ بعض فقہاء نے متعدی مرض کے پائے جانے کو بھی قدرت نہ ہونے میں ہی داخل کیا ہے، یعنی پرورش کرنے والی خواتین کسی ایسے متعدی مرض میں مبتلاء نہ ہوں، جس کی وجہ سے بچہ کے متأثر ہونے کا خدشہ ہو، جیسے جذام، برص، موجودہ حالات میں کورونا بھی اسی میں داخل ہونا چاہیے، اگر ایسا کوئی مرض ہو، تو پھر بچہ کی پرورش کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

چھٹی شرط یہ ہے، کہ پرورش کرنے والی خاتون بچہ کو لے کر کسی دوسری جگہ سفر نہیں کرسکتی اور نہ ہی کسی دوسری جگہ منتقل ہوسکتی، کیونکہ جس طرح خواتین کا بچہ کی پرورش میں حق ہے، اسی طرح والد کا اپنے بچہ کو دیکھنے اور اس کی دیکھ بھال کرنے میں حق ہے، ایک شخص کے حق کی وجہ سے دوسرے شخص کے حق کو ضائع نہیں کیا جاسکتا، ہاں اگر پرورش کرنے والی خاتون والدہ ہو، یا والدہ کے علاوہ کوئی اور ہو لیکن وہ معمولی سفر پر ساتھ لے جانا چاہتی ہو، مستقل رہائش تبدیل نہ کرنی ہو، تو اس جیسی بعض شرائط (جن میں فقہاء کا باہم اختلاف ہے) کے پائے جانے پر بعض فقہاء بچہ کو لے کر سفر کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

ساتویں شرط یہ ہے، پرورش کرنے والی خاتون بچہ کی محرم رشتہ دار ہوں، مثلاً والدہ، نانی، دادی، بہن، خالہ وغیرہ، ایسی غیر محرم رشتہ دار جن سے نکاح جائز ہو مثلاً چچا کی بیٹیاں، ماموں کی بیٹیاں وغیرہ، بچہ کی پرورش کا حق نہیں رکھتیں، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک ایسی خواتین چھوٹی بچی کی پرورش کرسکتی ہیں، بچہ کی نہیں۔

آٹھویں شرط یہ ہے، کہ پرورش کرنے والی خاتون کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو بچہ کا محرم رشتہ دار نہ ہو، جس کا حدیث میں وضاحت کے ساتھ ذکر ہے، ''أنت أحق به ما لم تنكحي'' تم اس کی زیادہ حقدار ہو، جب تک تم نکاح نہ کرلو۔

جس کی وجہ سے اگر پرورش کرنے والی خاتون خواہ ماں ہو، یا ماں کے علاوہ کوئی اور ہو، بچہ کے غیر محرم رشتہ دار سے شادی کرلے، تو اس کا حق ساقط ہوجائے گا۔ (جاری ہے............)

حسد کرنے کے نقصانات اور صدقہ کرنے کے فوائد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِءُ الْمَاءُ النَّارَ وَالصَّلَاةُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ.

(سنن ابن ماجه، رقم الحديث 4210)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھالیتی ہے، اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھادیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو بجھادیتا ہے، اور نماز مؤمن کا نور ہے، اور روزہ (جہنّم کی) آگ سے بچانے کے لیے ڈھال (کی طرح) ہے (ابنِ ماجہ)

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حسد انسان کے نیک اعمال کو مکمل طور پر ضائع و برباد کردیتا ہے۔

اور صدقہ کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب اور جہنم سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

اور نماز مومن کا نور ہے، اور اسی طرح روزہ بھی انسان کو جہنم کی آگ سے بچانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کی اہمیت

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورة الاحزاب ،رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے ایمان والو! تم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو۔

اس آیت سے اصل مقصود مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا کریں، مگر اس حکم کو اس طرح بیان فرمایا گیا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود کے عمل کا ذکر فرمایا۔

اس کے بعد مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کا حکم فرمایا، تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس عمل کا حکم مسلمانوں کو دیا جارہا ہے، وہ اتنا عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی وہ عمل انجام دیتے ہیں، تو مسلمانوں کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم احسانات ہیں۔

اور اس آیت سے درود بھیجنے والوں کی یہ فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عمل میں شریک فرمالیا، جو عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی سرانجام دیتے ہیں۔

(معارف القرآن ج7ص221، بتغیّر)

www.idaraghufran.org

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی سب اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے۔

اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لئے شق ہوگی (اور میں قبر سے باہر نکلوں گا) اور اس پر مجھے فخر (وغرور) نہیں۔

اور میں سب سے پہلے (اللہ کے حضور بندوں کی) شفاعت کروں گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے۔

اور قیامت کے دن (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں۔

(سنن ابن ماجه، حديث نمبر 4308)

www.idaraghufran.org

نبی آخرالزمان کا مقام ورتبہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا امام (یعنی رہبر وپیشوا) اور خطیب (یعنی متکلم) اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (مسند احمد، حدیث نمبر 21249)

مذکورہ اور اس جیسی دوسری مستند ومعتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب و حسب سب سے اعلیٰ ہے، اور آپ تمام اولادِ آدم اور نبیوں کے سردار ہیں، جن کو قیامت کے دن سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھایا جائے گا، آپ کو ہی سب سے پہلے شفاعت کا حق دیا جائے گا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے پر ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، اور آپ کا جنت کے دروازہ پر سب سے پہلے استقبال کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا، جو سب سے بڑا اور اعزاز واکرام والا جھنڈا ہوگا، جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام سمیت، دوسری عظیم ہستیاں ہوں گی، غرضیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں سب سے اعلیٰ و ارفع نسب اور آخرت میں بھی سب سے عظیم مقام ہے۔

مگر ان تمام باتوں کے باوجود نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان میں سے کسی چیز پر فخر نہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ عبدیت اور بندگی کی دلیل ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

”عمل بالحدیث“ کاحکم (قسط8)

علامہ شرنبلالی کا حوالہ

علامہ شرنبلالی حنفی (المتوفیٰ:1069ھ) اپنے رسالہ”العقدُ الفرید“میں فرماتے ہیں:

واعلم أيضاً أنه يجوز العمل بجملة مسائل، كل منها على مذهب إمام مستقل، لما علمته، ولقول العلاّمة ابن الهمام " :وهل يقلد غيره؟ أى غير من قلّده أولاً، فى شىء فى غيره أى غير ذلک الشىء ، كأن يعمل أولاً فى مسألةٍ بقول أبى حنيفة، وثانياً فى أخرى بقول مجتهد آخر؟ المختار كما ذكره الآمدى وابن الحاجب :نعم، للقطع بالاستقراء التام بأنهم أى المستفتين فى كل عصر من زمن الصحابة ...وهلمَّ جرا، كانوا يستفتون مرة واحداً ومرة غيره، غير ملتزمين مفتياً واحداً وشاع وتكرر، ولم ينكر (العقد الفريد لبيان الراجح من الخلاف فى جواز التقليد ،للشرنبلالى،ص ٦ ،هل يجوز للمقلّد أن يقلّد غير إمامه؟)

ترجمہ: یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ تمام مسائل میں اس طرح عمل کرنا جائز ہے کہ ان میں سے ہر مسئلہ ایک مستقل امام کے مذہب پر ہو، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور علامہ ابنِ ہمام کے قول کی وجہ سے کہ کیا اس کے غیر کی تقلید کرنا جائز ہے؟ یعنی جس کی پہلے تقلید کر چکا ہے، اس کے علاوہ کی تقلید کرنا جائز ہے، اس کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں، جیسا کہ پہلے ایک مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرے، پھر دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرے؟

مختار قول یہ ہے، جیسا کہ آمدی اور ابنِ حاجب نے ذکر کیا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے،

کیونکہ مکمل تحقیق کے بعد یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر ہر زمانہ میں فتویٰ طلب کرنے والے ایک مرتبہ کسی سے، اور دوسری مرتبہ کسی اور سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، ایک ہی مفتی کا التزام نہیں کیا کرتے تھے، اور یہ عمل شائع اور عام تھا، اور بار بار کیا جاتا تھا، جس پر نکیر نہیں کی گئی (العقد الفرید)

علامہ شرنبلالی اپنے مذکورہ رسالہ ''العقدُ الفرید'' میں ہی آگے چل کر فرماتے ہیں:

وهـل يقلد غيره، أى غير من قلده أولا، فى حكم غيره، أى غير الحكم الذى عمل به أولا؟

الـمـختـار فى الجواب: نـعـم، يـقـلـد غيـره فـى غيره، تقدير الكلام: الـمـختـار جـواز التـقـليد لغيره فى غيره، للقطع بالاستقراء بأنهم، أى الـمستـفتيـن فـى كل عصر من زمان الصحابة إلى الآن كانوا يستفتون مـرة [واحـدا] من المجتهدين، ومرة غيره، أى غير [المجتهد] الأول، حال كونهم غير ملتزمين مفتيا واحدا، وشاع ذلك من غير نكير.

وهذا إذا لم يلتزم مذهبا معنيا.

فـلـو التـزم مـذهبـا معينا كأبى حنيفة أو الشافعى، فهل يلزم الاستمرار عليه، ولا يقلد غيره فى مسألة من المسائل أم لا؟

فقيل: يلزم، كما يلزمه الاستمرار فى حكم حادثة معينة قلد فيه، ولأنه اعتقد أن مذهبه حق، فيجب عليه العمل بموجب اعتقاده .

وقيل: لا يـلـزم، وهو الأصح، لأن التزامه غير ملزم، إذ لا واجب إلا ما أوجبـه الـلـه ورسوله، ولم يوجب على أحد أن يتمذهب بمذهب رجل مـن الأئمة، فيقلده فى كل ما يأتى ويذر دون غيره، والتزامه ليس بنذر حتى يجب الوفاء به.

قلت: ولـو نـذره، لا يلزمه .كـمـا لا يـلـزمه البحث عن الأعلم وأسد المذاهب على المعتمد (العقد الفريد لبيان الراجح من الخلاف فى جواز التقليد، ص٧،٨،جواز التخيير مقيد بعدم تتبع الرخص)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور کیا وہ شخص جس نے پہلے ایک مجتہد کی تقلید کر لی، تو وہ کسی اور حکم میں دوسرے مجتہد کی تقلید کر سکتا ہے، خواہ وہ پہلے اس کے مطابق عمل کر چکا ہو، یا عمل نہ کیا ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مختار قول کے مطابق، دوسرے کی تقلید کرنا جائز ہے، کیونکہ تمام تر تحقیق کے بعد یقینی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ صحابۂ کرام کے زمانے سے لے کر تا حال، ہر زمانے میں فتویٰ طلب کرنے والے، کبھی کسی مجتہد سے، اور کبھی کسی مجتہد سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، اور وہ کسی ایک مفتی کا التزام نہیں کیا کرتے تھے، جو کسی نکیر کے بغیر شائع ذائع تھا۔

یہ حکم تو اس وقت ہے، جب کسی مذہبِ معین کا التزام نہ کرے۔

اور اگر کسی مذہبِ معین کا التزام کر لے، جیسے امام ابوحنیفہ، یا امام شافعی کا، تو کیا اس پر برقرار رہنا لازم ہو جاتا ہے، اور کسی بھی مسئلے میں دوسرے کی تقلید کرنے کی اجازت نہیں ہوتی؟

اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ایک مذہب پر چلنا لازم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس متعین واقعہ کے حکم پر چلنا لازم ہو جاتا ہے، جس میں وہ تقلید کر چکا ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا اعتقاد یہ ہو چکا ہے کہ یہ مذہب برحق ہے، لہٰذا اسے اپنے اعتقاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہو جائے گا۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ایک مذہب پر چلنا لازم نہیں ہوگا، اصح قول یہی ہے، کیونکہ اس کا التزام، ملزِم نہیں، اس لیے کہ چیز وہی واجب ہوتی ہے، جس کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہو، اور اللہ اور اس کے رسول نے کسی پر ائمہ میں سے کسی متعین شخص کے مذہب پر چلنا واجب قرار نہیں دیا، لہٰذا ہر مسئلے میں وہ جس کی چاہے، تقلید کر سکتا ہے، اور جس کو چاہے، چھوڑ سکتا ہے، اور اس کا التزام ''نذر'' کا درجہ بھی نہیں رکھتا کہ جس کو پورا کرنا واجب ہو۔

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ ''نذر'' بھی مان لے، تب بھی اس پر ایسا کرنا لازم نہیں ہوگا، جیسا کہ معتمد قول کے مطابق اس پر زیادہ علم والے اور زیادہ صواب والے مذہب کی تحقیق

لازم نہیں ہوتی (العقد الفرید)

علامہ شرنبلالی اپنے مذکورہ رسالہ ''العقدُ الفريد'' میں ہی آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:

واعلم أنه يصح التقليد بعد الفعل كما إذا صلى ظاناً صحتها على مذهبه، ثم تبيَّن بطلانها في مذهبه وصحتها على مذهب غيره، فله تقليده، ويجتزء بتلك الصلاة.

على ما قال في "البزازية" :"روى عن الإمام الثاني، وهو أبو يوسف رحمه الله أنه صلى الجمعة مغتسلاً من الحمام، وصلى بالناس وتفرقوا، ثم أخبر بوجود فأرة ميتة في بئر الحمام فقال: إذاً نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة، إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثاً "انتهى.

ونقله العلاّمة ابن أمير حاج عن "القنية" على جهة الاستشكال في أن المجتهد بعد اجتهاده في حكم، ممنوع من تقليد غيره من المجتهدين فيه انتهى.

ولا يرد علينا لأن الإيراد على المجتهد لا المقلِّد في ذلك، وأما صحة الاقدام على التقليد فيما هو مخالف لمذهبه من المسائل، فلما قدمناه عن الأصوليين على الصحيح.

ولما قال في "يتيمة الدهر : سئل الإمام الخُجَندى رحمه الله عن رجل شافعي المذهب ترك صلاة سُنّة أو سُنَّتين ، ثم انتقل إلى مذهب أبي حنيفة، كيف يجب عليه القضاء، يقضيها على مذهب الشافعي أو على مذهب أبي حنيفة ؟ .فقال: على أى المذهبين قضى بعد أن يعتقد جوازها " ..انتهٰى.

وهذا نصّ في صحة التقليد بعد العمل، بخلاف ما عمل من جنسه، فتحصل مما ذكرناه أنه ليس على الإنسان إلتزام مذهب معين، وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه، مقلِّداً فيه غير إمامه،

مستجمعاً شروطه.

ويعمل بأمرين متضادين في حادثتين، لا تعلق لواحدة منهما بالأخرى وليس له إبطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر، لأن إمضاء الفعل كإمضاء القاضي، لا ينقض(العقد الفريد لبيان الراجح من الخلاف في جواز التقليد، ص۱۸)

ترجمہ: اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ فعل کے بعد تقلید کرنا صحیح ہے، جیسا کہ جب ایک مذہب کے مطابق نماز کی صحت کا گمان کرتے ہوئے نماز پڑھی، پھر اس مذہب کے مطابق اس کا بطلان ظاہر ہوگیا (مثلاً حنفیہ کے مطابق نماز پڑھی، مگر نماز کے بعد خون نکلنے سے نماز کا باطل ہونا معلوم ہوا) لیکن دوسرے مذہب کے مطابق یہ نماز صحیح ہے (مثلاً امام شافعی کے نزدیک یہ نماز صحیح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا) تو اس کو دوسرے کی تقلید کرنا (اور مثلاً مذکورہ صورت میں امام شافعی کے مطابق نماز کو صحیح سمجھنا) جائز ہے، اور اس کو مذکورہ نماز پر اکتفاء کرنا جائز ہے، جیسا کہ بزازیہ میں فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز، حمام سے غسل کرکے پڑھائی، اور لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے، پھر ان کو خبر دی گئی کہ حمام کے کنویں میں مردہ چوہا موجود تھا، تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اس صورت میں ہم اہلِ مدینہ کے اپنے بھائیوں کے قول کو لیتے ہیں کہ جب پانی دو ''قلوں'' کو پہنچ جائے، تو وہ ناپاک نہیں ہوتا (امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے نماز ادا کر لینے کے بعد یہ بات فرمائی)

اور اس کو علامہ ابنِ امیر حاج نے ''القنية'' سے اس اشکال کی بنیاد پر ذکر کیا ہے کہ کسی مسئلہ میں اجتہاد کے بعد، مجتہد کو دوسرے مجتہدین کی تقلید ممنوع ہے۔

لیکن ہمارے اوپر یہ اشکال وارِد نہیں ہوتا، کیونکہ یہ اشکال مجتہد پر وارِد ہوتا ہے، اس سلسلہ میں تقلید کرنے والے پر وارِد نہیں ہوتا، اور ان مسائل میں تقلید پر اقدام کی صحت جو اس کے مذہب کے مخالف ہے، اس کا جواز ہم اصولیین سے صحیح قول کے مطابق ذکر کر چکے ہیں۔

www.idaraghufran.org

نیز''یتیمۃ الدھر ''میں ہے کہ امام خجندی رحمہ اللہ سے شافعی المذہب آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے ایک سال، یا دوسال تک نمازیں چھوڑے رکھیں، پھر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی طرف منتقل ہوگیا کہ ان نمازوں کو کس طرح قضاء کرنا واجب ہے؟ امام شافعی کے مذہب کے مطابق، یا امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق؟ تو امام خجندی نے جواب دیا کہ دونوں مذہبوں میں سے جس کے مطابق بھی قضاء کرے، تو ٹھیک ہے، بعداس کے کہ اس کے جائز ہونے کا اعتقاد ہو۔

اور یہ اس سلسلہ میں صریح ہے کہ عمل کے بعد اس جنس کے خلاف، اسی جنس سے اس کے خلاف عمل میں تقلید کرنا صحیح ہے، پس جو عبارات اور دلائل ہم نے ذکر کیے، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان پر مذہبِ معین کا التزام واجب نہیں، اور اس کو اس کے خلاف عمل کرنا جائز ہے، جس کے مذہب پر وہ پہلے عمل کر چکا ہے، جبکہ وہ مخالفت دوسرے امام کی تقلید کرنے کی بنیاد پر ہو، اور (اس مسئلہ میں دوسرے امام کی بیان کردہ) شرائط جمع ہوں۔

اور دو متضاد مسائل اور الگ الگ واقعات میں عمل کرنا جائز ہے، جن میں سے ایک کا دوسرے سے تعلق نہ ہو، اور اس کو خاص اس فعل کا باطل کرنا جائز نہیں، جو وہ دوسرے امام کی تقلید میں کر چکا ہے، کیونکہ کسی فعل کو جاری کر دینا، قاضی کے فیصلہ کی طرح ہے، جس کو توڑا نہیں جا سکتا (العقد الفرید)

علامہ شرنبلالی کی مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ وہ بھی مذہبِ معین کے التزام کو واجب نہیں سمجھتے، اگرچہ کوئی اس کا التزام بھی کیوں نہ کر لے، اور کچھ عرصہ تک ایک فقہی مذہب کے مطابق عمل کرتے رہنے کے بعد اس سے منتقل ہونا بھی جائز ہے۔

اور عامی کی قید سے مجتہد کو خارج کرنا مقصود ہے، عامی کا تو کوئی معین مذہب نہیں ہوتا، اور مجتہد کا مذہب، اس کے اجتہاد کا مقتضیٰ ہوتا ہے، اسی لیے بعض حضرات نے مذہبِ معین کے التزام کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے، عامی کی قید بھی نہیں لگائی۔

علامہ حموی کا حوالہ

شیخ امام سید احمد بن محمد حموی حنفی (المتوفی:1098ہجری) فرماتے ہیں:

فلو التزمَ مذهباً معيّناً كالإمامِ أبي حنيفة أو الشافعيّ، فهل يلزم الاستمرار عليه، فلا يقلّد غيره في مسألة من المسائل۔

فقيل :يلزم، كما يلزمُه الاستمرارُ في حكمِ حادثةٍ معيَّنة قلَّدَ فيه؛ ولأنّه اعتقدَ أنّ مذهبَه حقّ، فيجبُ عليه العملُ بموجبِ اعتقادِه۔

وقيل :لا يلزم، وهو الأصحّ؛ لأنّ التزامَه غيرُ ملزم؛ إذ لا واجب إلّا ما أوجبَه اللهُ تعالى ورسولَه عليه الصلاة والسلام، ولم يوجب على أحدٍ أن يتمذهبَ بمذهبِ رجلٍ من الأئمّة، فيقلِّدَه في كلِّ ما يأتي، ويَذَرَ دُون غيرِه، والتزامُه ليس بنذرٍ حتى يجبَ الوفاءُ به۔

وقيل :الملتزمُ كمَن لم يلتزم إن عَمِلَ بحكمِ المُقَلَّدِ المُجتهد، لا يرجع عنه :أي عن ذلك الحكم، وفي غيره :أي غير ذلك الحكم له تقليدُ غيره من المجتهدين، وهذا القول في الحقيقة تفصيل للقول الثاني، وهو الغالب على الظنّ لعدم ما يوجبه:أي لزوم اتباع مَن التزمَ تقليدَه شرعاً :أي إيجاباً شرعيّاً، إذ لا يجب على المقلِّدِ إلا اتِّباع أهل العلم؛ لقوله تعالى :(فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُم لا تَعْلَمُون)

وليس التزامه من الموجبات شرعاً.

ويتخرج منه: أي من جواز اتباع غير مقلده الأول، وعدم التضييق عليه، جواز اتباع رخص المذاهب: أي أخذه من المذاهب ما هو الأهون عليه فيما يقع من المسائل، ولايمنع منه مانع شرعي، إذ للإنسان أن يسلك المسلك الأخف عليه إذا كان له إليه سبيل، بأن لم يكن عمل بآخر: أي بقول آخر مخالفا لذلك الأخف فيه: أي في

ذلک المحل المختلف فیه .کذا فی (شرح السید بادشاه علی التحریر)

وقول ابن حزم: إن متبع الرخص فاسق بالإجماع لم یؤخذ به، وهو مردود بما أفتی به العز بن عبد السلام من أنه لا یتعین علی العامی إذا قلد إماما فی مسألة أن یقلده فی سائر مسائل الخلاف؛ لأن الناس من زمن الصحابة رضی الله تعالی عنهم إلی أن ظهرت المذاهب یسألون فیما یسنح لهم العلماء المختلفین من غیر نکیر، وسواء اتبع الرخص فی ذلک أو العزائم؛ لأن من جعل المصیب واحدا، وهو الصحیح، لم یعینه، ومن جعل کل مجتهد مصیب فلا إنکار علی من قلد فی الصواب.

وأما ما حکی عن ابن حزم فلعله محمول علی من تتبعها من غیر تقلید لمن قال بها، أو علی الرخص المرکبة فی الفعل الواحد. کذا فی (العقد الفرید)

بل قیل: لا یصح للعامی مذهب؛ لأن المذهب لا یکون إلا لمن له نوع نظر وبصیرة بالمذهب، أو لمن قرأ کتابا فی فروع مذهب وعرف فتاوی إمامه وأقواله، وأما من لم یتأهل لذلک بل قال: أنا حنفی أو شافعی لم یصر من أهل ذلک المذهب بمجرد هذا (الدر الفرید فی بیان حکم التقلید، ص۱۷ الیٰ ۲۱، انواع التقلید)

ترجمہ: اور اگر کسی معین مذہب کا التزام کرلیا، جیسا کہ امام ابوحنیفہ، یا امام شافعی کا، تو کیا اس پر برقرار رہنا لازم ہوجائے گا کہ کسی مسئلہ میں بھی وہ دوسرے کی تقلید نہیں کرسکتا، تو اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ اسی پر برقرار رہنا لازم ہے، جیسا کہ اگر کسی معین واقعہ کے حکم میں کسی مذہب کا التزام کرلے (تو اس معین ومخصوص واقعہ میں اس سے عدول کرنا منع ہوتا ہے) اور ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ اس کا مذہب حق

ہے،لہٰذااس پراپنے اعتقاد کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کسی معین مذہب کا التزام کرلیا،تو اس پر برقرار رہنا لازم نہیں ہوگا،یہی زیادہ صحیح قول ہے،کیونکہ اس کا التزام کرلینا،اس کو لازم نہیں کرتا،جس کی وجہ یہ ہے کہ واجب تو وہی چیز ہوتی ہے،جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے واجب کیا ہو،اور اللہ اور اس کے رسول نے لوگوں میں سے کسی پر بھی امت کے کسی آدمی کے مذہب کو اختیار کرنے کو واجب نہیں کیا کہ وہ اپنے دین میں اس کے ہر حکم کی تقلید کرے،اور دوسرے کے حکم کو ترک کردے،اور اس کا التزام،نذر اور منت کا درجہ بھی نہیں رکھتا کہ اس کو پورا کرنا واجب ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مذہب کا التزام کرنے والا ایسا ہوتا ہے،جیسا کہ اس نے التزام نہیں کیا،اگر وہ کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے کسی حکم پر عمل کرلے،تو اس حکم سے تو رجوع نہیں کرسکتا(جس پر وہ پہلے عمل کرچکا ہے)اور اس کے علاوہ میں(یعنی جس پر اس نے ابھی عمل نہیں کیا)اس کو مجتہدین میں سے کسی اور کی تقلید کرنا جائز ہے،اور یہ قول حقیقت میں دوسرے قول کی تفصیل ہے،اور وہ غالب ہے ظن پر،کیونکہ اس کو واجب کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی جاتی،یعنی جس نے التزام کرلیا،اس کی اتباع اور تقلید کے لزوم کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی،جو شرعی اعتبار سے اس کو واجب قرار دے،کیونکہ مقلد پر تو اہلِ علم کی اتباع واجب ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے''فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ''(اس میں کسی مخصوص مجتہد سے سوال کا حکم نہیں دیا گیا)[1]

اور اس کا التزام کرنا شرعاً واجب کرنے والی چیزوں سے تعلق نہیں رکھتا،اور مذکورہ قاعدہ

---

[1] بعض اہلِ علم حضرات نے جو مذکورہ آیت سے متعین مجتہد وامام،یا اس کے مذہب کا التزام واجب ہونے پر استدلال کیا ہے،اس سے اس استدلال کا مرجوح ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

اور اگر اتفاق سے کوئی مذہبِ معین،یا متعین مفتی ومجتہد کی تقلید کرے،تو اس کا جائز ہونا،الگ چیز ہے،اور واجب ہونا،اس سے الگ چیز ہے۔معین مذہب،یا متعین مفتی ومجتہد کے علی الاطلاق التزام کو واجب قرار دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک،یہاں تک کہ اہلِ ہواء و اہلِ بدعت،بھی اپنے مذہب کے التزام کو واجب قرار دیے بیٹھے ہیں۔محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

،یعنی جس کی پہلے تقلید کی گئی ہے،اس کے علاوہ کی اتباع جائز ہونے اوراس پر کوئی تنگی نہ ہونے سے،اس مسئلہ کی بھی تخریج ہوتی ہے کہ مذاہب کی رخصتوں کی اتباع کرنا جائز ہے،یعنی پیش آمدہ مسائل کے اندر،مختلف مذاہب میں سے،جو مذہب اس پر زیادہ آسان ہو،اس کو لینا جائز ہے،اوراس میں کوئی شرعی مانع نہیں پایا جاتا،کیونکہ انسان کے لیے ایسے مسلک پر چلنا جائز ہے،جواس پر زیادہ آسان ہو،جبکہ اس کے لیے اس راستے پر چلنا ممکن ہو،بایں طور کہ اس نے دوسرے قول پر عمل نہ کیا ہو،یعنی اس زیادہ آسان والے قول کے خلاف پر عمل نہ کیا ہو،خاص اس مختلف فیہ محل میں،سید بادشاہ کی ''التحریر'' پر شرح میں اسی طرح سے ہے۔ [1]

اور ابنِ حزم کا یہ قول کہ متبعِ رخص بالاجماع فاسق ہے،اس قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ [2]

---

[1] پیچھے یہ بھی گزر چکا ہے کہ ہرانسان فطری وعقلی طور پرآسان چیز کوہی ہر چیز میں پسند کیا کرتا ہے،فطرت وعقل کے علاوہ نقل سے بھی اس کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے،چنانچہ کھانے پینے،رہنے سہنے،اورسفر وغیرہ میں ہر شخص آسانی وراحت والے پہلو کوہی پسند کرتا ہے، اور جب تک اسے آسان ترین پہلو کی قدرت ہوتی ہے،وہ اس سے گریز نہیں کرتا۔

اسی طرح جب معین مسلک ومذہب (یعنی فقہی راستہ) کو واجب قرار نہیں دیا گیا،اور مجتہدین میں سے کسی بھی مجتہد کی اتباع وپیروی کو جائز قرار دیا گیا ہے،تو اگر کوئی آسان راستہ ومسلک کو اختیار کرتا ہے،اس میں بھی برائی نہیں،یعنی محض سہل وآسان ہونے کی بنیاد پر ناجائز نہیں،تاآنکہ کوئی دوسری ممانعت کی معقول وجہ نہ پائی جائے،اور جب کوئی دوسری وجہ پائی جائے گی،تو ہجرت کی نیت کے مطابق،اسی جیسا حکم ہوگا،اور ہر ایک کے لیے حکم اس کی نیت وغرض کے مطابق ہوگا،ایک کی وجہ سے سب پر یکساں حکم لگانا درست نہ ہوگا۔محمد رضوان۔

[2] ابنِ حزم کا یہ قول ہمیں باسند طریقہ پر نہیں ملا''و من ادعیٰ فعلیه البیان بالبرهان''البتہ وہ چونکہ عامی شخص کے حق میں بھی تقلید کو ممنوع قرار دیتے ہیں،اور اللہ اوراس کے رسول کی اتباع کا حکم لگاتے ہیں،اس بنیاد پر ہی ان کے نزدیک نہ تو اختیارِ اخف جائز ہے،اور نہ ہی اختیارِ اثقل،بلکہ اللہ اوراس کے رسول کے حکم سے جو ثابت ہو،اسی کو اختیار کرنا ضروری ہے،خواہ وہ اخف ہو،یا اثقل۔

لہٰذا علامہ ابنِ حزم کے اس قول کی بنیاد جمہور امت کے قول کی بنیاد سے مختلف ہوگئی،جن کے نزدیک عامی شخص کو کسی بھی مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے،اور زیرِ بحث مسئلہ کا تعلق اسی عامی شخص سے ہے،جس میں اجتہادی شان نہ پائی جارہی ہو۔محمد رضوان۔

قال أبو محمد وهذه أقوال فاسده لأنها كلها دعاوى يعارض بعضها بعضا وكل ما ألزمنا الله تعالى فهو يسر وإن نقل علينا وكل شريعة تتكلف فهى خلاف الهوى لأن تركها كان موافقها للهوى لأنه قد يقع فى أوائل الفكر الوسواس وقال تعالى ذاما لقوم شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله ومن قطع بشىء مما يقع فى نفسه من الدين فقد شرع من الدين ما لم يأذن به الله تعالى وقال تعالى قل هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين فنص تعالى على أن من لا برهان له فليس بصادق وقال تعالى كتب عليكم القتال وهو كره لكم وعسى أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ قول عز بن عبدالسلام کے فتوے کی رو سے بھی مردود ہے، کہ عامی شخص جب کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کرلے، تو اس پر اس امام کی تمام اختلافی مسائل میں تقلید کرنا متعین نہیں ہو جاتا، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر، مختلف مذاہب کے ظاہر ہونے کے زمانے تک، لوگ اپنی حسبِ منشاء، مختلف علماء سے سوال کرتے رہے، جس پر نکیر نہیں کی گئی، خواہ انہوں نے اس سلسلے میں اتباعِ رخص کیا ہو، یا اتباعِ عزائم کیا ہو، اس لیے کہ جس نے مصیب کو واحد قرار دیا، اور صحیح قول بھی یہی ہے، تو اس نے مصیب کی تعیین نہیں کی (لہٰذا ہر ایک امام ومجتہد کے مصیب ہونے کا احتمال برقرار ہے) اور جس نے ہر مجتہد کو مصیب قرار دیا، تو اس کے قول کی رو سے ''صواب'' میں تقلید کرنے والے پر نکیر کے کوئی معنیٰ نہیں۔

اور ابنِ حزم سے متبعِ رخص کے بالاجماع فاسق ہونے کا جو قول مروی ہے، تو غالباً وہ اس شخص پر محمول ہے، جو کسی امام ومجتہد کے قول کی تقلید کیے بغیر تتبعِ رخص کرے، یا فعلِ واحد میں مرکب رخصتوں کو اختیار کرے، **العقد الفرید** میں اسی طرح ہے۔

بلکہ یہاں تک بھی کہا گیا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب صحیح ہوتا ہی نہیں، کیونکہ مذہب اسی شخص کا ہوسکتا ہے، جس کی مذہب پر نظر اور اس کی بصیرت حاصل ہو، یا جس شخص نے مذہب کی فروع میں کسی کتاب کو پڑھا ہو، اور اپنے امام کے فتاویٰ اور اقوال کی معرفت حاصل کی ہو۔ [1]

لیکن جس شخص کو یہ اہلیت حاصل نہ ہو، بلکہ وہ یہ کہے کہ میں حنفی، یا شافعی ہوں، تو اس طرح کہنے، یا سمجھنے سے وہ اس مذہب والے لوگوں میں سے نہیں ہو جائے گا (الدر الفرید)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی أن تحبوا شیئا وھو شر لکم فھذا یدفع قول من قال بالأخف وقال تعالی وما جعل علیکم فی الدین من حرج وھذا یدفع قول من قال بالأثقل وصح أنه لا لازم إلا ما ألزمنا الله تعالی وسواء وقع فی النفس أو لم یقع وسواء کان أخف أو أثقل (الاحکام لابن حزم، ج۸، ص ۵۸۹، الباب الاربعون)

[1] اور اس کا مذہب بھی اپنی نظر وبصیرت کے مطابق ہی ہوتا ہے، کسی دوسرے کی نظر وبصیرت کا وہ بھی من کل الوجوہ پابند نہیں ہوتا۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

لیکن آج بعض اہلِ علم حضرات، ہر ایک کو زبردستی اپنے اپنے مسلک کا پابند ہونا ضروری سمجھتے ہیں، جو تعصب، یا کم علمی پر مبنی ہے۔

عبدالغنی نابلسی کا حوالہ

عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی (المتوفیٰ:1143ھ) اپنے رسالہ ''**خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق**'' میں فرماتے ہیں:

الواجب على المقلد المطلق اتباع مجتهد في جميع المسائل، فلا يجوز له العمل في واقعة إلا بتقليد مجتهد، أي مجتهد كان .

وأما إذا كان مجتهداً في البعض فقد اختلف فيه، فقيل :يقلد فيما يعجز فيه عن الاجتهاد ويجتهد فيما لا يعجز بناءً على التجزي في الاجتهاد وهو الراجح عد الأكثر.

والمقلد إذا اتبع أحد المجتهدين وأخذ بقوله، وعمل بموجبه، يجوز له أن يقلد غير ذلك المجتهد في حكم آخر يعمل به، كمن قلد أبا حنيفة -رحمه الله تعالى -أولاً في مسألة، وثانياً الشافعي -رحمه الله تعالى -في أخرى، كذا صرح ابن الهمام في كتابه التحرير في علم الأصول؛ وبه قال الآمدي وابن الحاجب .قال ابن الهمام :وذلك للقطع بأنهم في كل عصر كانوا يستفتون مرةً واحداً، ومرةً غيره، غير ملتزمين مفتياً معيناً ....

واعلم أن مذهب الجمهور، والذي اختاره ابن الهمام، أن أصل الالتزام ليس بواجب ابتداءً، بل يجوز لكل أحدٍ أن يستفتي في كل واقعة عند أيّ مفت اختاره، ويعمل بحكمه كما كان في القرون الفاضلة من الصحابة والتابعين رضوان الله عليهم أجمعين.

www.idaraghufran.org

ونقل صاحب العقد الفريد عن الإمام النووى ما يعضد هذا المذهب حيث قال :والذى يقتضيه الدليل أنه لا يلزم التمذهب بمذهب معين، بل يستفتى من شاء ومن اتفق، لكن من غير تلقط الرخص، فلعل من منعه شاء لم يثق بعدم تلقطه .انتهى كلام النووى .

وقال ابن الهمام فى كتابه "التحرير :"فلو التزم المقلد مذهباً معيناً كأبى حنيفة والشافعى، فقيل :تلزمه .انتهى .يعنى الاستمرار عليه فلا يعدل عنه فى مسألة من المسائل من مذهب آخر، لأنه بالتزامه يصير ملزوماً به كما التزم مذهبه فى حادثة معينة ولأنه اعتقد أن المذهب الذى انتسب إليه هو الصواب فعليه الوفاء بموجب اعتقاده، كذا فى شرح التحرير لابن أمير حاج.

وقيل :لا يلزمه وهو الأصح لما وجهه الرافعى وغيره، بأن التزامه غير ملزم إذ لا واجب إلا (ما) أوجبه الله ورسوله، ولم يوجب الله تعالى ورسوله على أحد من الناس أن يتمذهب لرجل من الأمة فيقلد دينه فى كل ما يأتى ويذر غيره، ولا قائل به أحد من المجتهدين، أن من تبعنى فلا يتبع أحداً غيرى (خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد والتلفيق،لعبد الغنى النابلسى ،ص ٢)

ترجمہ:مقلدِ مطلق پر(یعنی جومقلدِ محض ہو)تمام مسائل میں کسی بھی مجتہد کی اتباع واجب ہے،لہٰذااس کوکسی واقعہ میں مجتہد کی تقلید کیے بغیرعمل کرنا جائزنہیں،وہ مجتہدکوئی بھی ہو(جس کی تقلید کی جارہی ہو)

اور جب کوئی شخص بعض مسائل میں مجتہد ہو(تمام مسائل میں مجتہد نہ ہو)تو اس کے متعلق اختلاف ہے،ایک قول یہ ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد سے عاجز ہوگا،ان میں تقلید کرے گا،اور جن مسائل میں اجتہاد سے عاجزنہیں ہوگا،ان میں اجتہادکرے گا،یہ

اس قول پر مبنی ہے کہ اجتہاد میں تجزی جائز ہے، اکثر حضرات کے نزدیک یہی راجح ہے(اوراس سلسلہ میں دوسرے اقوال راجح نہیں ہیں) [1]

اور مقلد جب مجتہدین میں سے کسی ایک کی اتباع کرلے، اوراس کے قول کو لے لے، اوراس کے حکم پر عمل کرلے، تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس مجتہد کے علاوہ کی کسی دوسرے حکم میں تقلید کر کے عمل کرے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پہلے کسی مسئلہ میں تقلید کی، اور پھراس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کی دوسرے مسئلہ میں تقلید کی، اسی طرح سے ابنِ ہمام نے علمِ اصول سے متعلق اپنی کتاب ''التحریر'' میں تصریح کی ہے، اور یہی قول آمدی اور ابنِ حاجب کا ہے، ابنِ ہمام نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ ہر زمانہ میں لوگ ایک مرتبہ کسی سے اور دوسری مرتبہ کسی اور سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، ایک متعین مفتی کا التزام نہیں کیا کرتے تھے (ان مفتیان میں ایسے مجتہد، یا ان کے مقلد بھی ہوا کرتے تھے، جن کا اجتہادی مسائل میں باہم اختلاف ہوا کرتا تھا)......

اور یہ بات جان لیجیے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے، جس کو ابنِ ہمام نے بھی اختیار کیا ہے کہ ابتدائی طور پر کسی مذہب کا اصل التزام واجب نہیں ہے، بلکہ ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ ہر واقعہ میں جس مفتی سے چاہے، فتویٰ طلب کرے، اوراس کے مطابق عمل کرے، جیسا کہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانوں میں اسی طرح عمل ہوا کرتا تھا۔

اور صاحبِ ''العقد الفرید'' نے امام نووی سے جمہور کے اسی مذہب کی تائید میں بات نقل کی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ جس بات کا دلیل تقاضا کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی مذہبِ معین کی پابندی لازم نہیں، بلکہ وہ جس سے چاہے اور جس سے اتفاق ہو، فتویٰ طلب کرسکتا ہے، لیکن رخصتوں کو چن کر نہ اٹھائے، تو غالباً جس نے منع کیا ہے،

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اکثر حضرات کے نزدیک جو من وجہٍ مقلد ہو، اس کو اس جہت سے کسی بھی مجتہد کی تقلید جائز ہے، اور جو من وجہٍ مجتہد ہو، تو اس جہت سے اپنے اجتہاد کی پیروی کا حکم ہے۔محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اس نے رخصتوں کو چن کر اٹھانے پر اعتماد نہیں کیا، امام نووی کا کلام ختم ہوا۔

اور ابنِ ہمام نے اپنی کتاب ’’التحریر‘‘ میں فرمایا کہ اگر کسی متعین مذہب کی تقلید کر لی، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی، تو ایک قول یہ ہے کہ اس پر لازم ہو جائے گا، ابنِ ہمام کی بات ختم ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر برقرار رہنا لازم ہو جائے گا، اور اس کو کسی مسئلہ میں دوسرے مذہب کی طرف متوجہ ہونا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے التزام کرنے سے وہ لازم ہو جائے گا، جیسا کہ کسی مخصوص واقعہ میں کسی مذہب کا التزام کر لے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف منسوب ہے، وہ مذہب صواب ہے، لہٰذا اس کے عقیدہ کے مطابق اس کو پورا کرنا واجب ہو جائے گا، ابنِ امیر حاج کی ’’شرحُ التحریر‘‘ میں اسی طرح سے ہے۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ لازم نہیں ہوگا، یہی زیادہ صحیح قول ہے، جس کی رافعی وغیرہ نے یہی توجیہ کی ہے کہ اس کا التزام کرنا، اس پر لازم کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ واجب تو وہی ہوا کرتا ہے، جس کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب کیا ہو، اور نہ تو اللہ تعالیٰ نے اور نہ اس کے رسول نے لوگوں میں سے کسی پر امت کے کسی آدمی کے مذہب کو اختیار کرنا واجب نہیں کیا کہ وہ اپنے دین میں اس کی ہر بات کی تقلید کیا کرے، اور اس کے علاوہ کو ترک کر دے، اور نہ ہی مجتہدین میں سے کوئی اس کا قائل ہے کہ جو میری اتباع کرے گا، تو اسے میرے علاوہ کسی اور کی اتباع کرنا جائز نہیں ہوگا (خلاصۃ التحقیق)

عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی، تفصیلی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

والحاصل :أن العلماء اختلفوا فى لزوم مذهب معين، وصحح كل أحد منهم ما ذهب إليه، وعدم اللزم هو الراجح كما ذكرناه بعد أن لا يخرج عن المذاهب الأربعة، والله ولى التوفيق (خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد، لعبدالغنى النابلسى، ص۳،مطلب :هل على الإنسان التزام مذهب معين أم لا؟)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ علماء کا مذہبِ معین کے لزوم میں اختلاف ہے، اور ہر ایک نے اپنے اختیار کردہ قول کی تصحیح کی ہے، لیکن مذہبِ معین کا لازم نہ ہونا راجح ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، بعد اس کے کہ مذاہبِ اربعہ سے خروج نہ کرے، واللہ ولی التوفیق (خلاصۃ التحقیق)

مذکورہ تالیف میں ہی عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفی، راجح ہونے کا اعتقاد رکھے بغیر، تقلید کے جائز ہونے کی بحث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

واختلفوا فی أنه له یجوز للمقلد تقلدی المفضول مع وجود الأفضل؟ فجوزه الأئمة الحنفية، والمالكية وأكثر الشافعية، ومنعه الإمام أحمد وطائفة من الفقهاء، كذا فى التحرير لابن الهمام وشرحه لابن أمير حاج. ....

ولا يحتاج أن يحمل ذلک على المجتهدين فى المذهب أصحاب الترجيح، كأبى الحسن الكرخى والطحاوى والسرخسى ونحوهم . كما حمل ذلک على أمثال هؤلاء الشيخ محمد بن الفروخ المكى فى رسالته حيث قال: بأن هذا فى حق أئمتنا ومن أخذ بقولهم من أهل النظر، كأبى الحسن الكرخى والطحاوى وأمثالهم .إذا سئلوا يجيبوا بما ذكر .وليس المراد أن يكلف كل مقلد أن يعتقد ذلک فيما قلد فيه إلى آخر كلامه.

وقد علمت فساد هذا الحمل بما ذكرنا من النقول فى جواز تقليد المفضول مع العلم بالفاضل وإن ذلک لا يختص بمقلد دون مقلد، وإن الخلاف فى ذلک فى حق كل مقلد(خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد والتلفيق،لعبد الغنى النابلسى ،ص۳، وص۴، مطلب: هل يجوز التقليد من غير اعتقاد الأرجحية فيما قلده أم لا؟)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مقلد کو، افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید کرنا، جائز ہے، یا نہیں؟ ائمہ حنفیہ اور مالکیہ اور اکثر شافعیہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور امام احمد اور فقہاء کی ایک جماعت اس سے منع کرتی ہے، ابنِ ہمام کی ''التحریر'' میں اور ابنِ امیر حاج کی شرح میں اسی طرح ہے۔............ [1]

اور اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اپنے مذہب کو''صواب محتملُ الخطاء'' سمجھنے کو مجتہدین فی المذہب کے اصحابِ ترجیح، مثلاً ابوالحسن کرخی اور طحاوی اور سرخسی وغیرہ پر محمول کیا جائے، جیسا کہ اس طرح کے حضرات پر شیخ محمد بن فروخ مکی نے اپنے رسالے میں محمول کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ یہ ہمارے ائمہ کے حق میں ہے، اور ان لوگوں کے حق میں، جو اہلِ نظر میں سے اُن ائمہ کے قول کو اختیار کرے، جیسا کہ ابوالحسن کرخی اور طحاوی وغیرہ، جب ان سے سوال کیا جائے گا، تو مذکورہ جواب دیں گے (یعنی اپنے مذہب کو''صواب محتملُ الخطاء'' اور دوسرے کے مذہب کو ''خطاء محتملُ الصواب'' کہیں گے) اور یہ مراد بھی نہیں ہے کہ ہر مقلد کو اس بات کا مکلّف کیا جائے کہ وہ تقلید شدہ ہر مسئلے میں اس کا اعتقاد رکھے، آخر کلام تک۔

اور آپ ہماری مذکورہ نقول سے اس محمول کرنے کا فساد جان چکے، جن میں فاضل کا علم ہونے کے باوجود، مفضول کی تقلید کا جواز مذکور ہے، اور یہ بات کسی خاص قسم کے مقلد کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور یہ اختلاف ہر مقلد کے بارے میں ہے (خلاصۃُ التحقیق)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقلدِ محض اور مجتہد فی المذہب میں سے کسی کے لیے بھی اپنے مذہب کو ''صواب'' سمجھنے کا واجب ہونا، راجح نہیں۔

اور عبدالغنی نابلسی مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں کہ:

والمجتهد المقيد في المذهب له أن يجتهد في أصول غير إمامه، لأنه

---

[1] ابنِ امیر حاج نے فاضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید کے جواز کو جمہور کا قول قرار دیا ہے، اور مندرجہ بالا عبارت سے بھی اس قول کا جمہور کا ہونا ہی معلوم ہوتا ہے۔

الجمهور على جواز تقليد المفضول مع وجود الفاضل(التقرير والتحبير، ج ا،ص ۱۱۸،)

فی معنی المقلد الذی لا یلزمه التزام مذهب معین کما سبق، إذ هو لیس بمجتهد مطلق صاحب مذهب مستقل حتی یمتنع علیه ذلک(خلاصة التحقیق فی بیان حکم التقلید والتلفیق،لعبد الغنی النابلسی ، ص ۵، مطلب: حکم التقلید بعد الفعل)

ترجمہ: مجتہدِ مقید فی المذہب کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے امام کے علاوہ، دوسرے کے اصول میں اجتہاد کرے، اس لیے کہ وہ اس مقلد کے درجے میں ہے، جس پر مذہبِ معین کا التزام واجب نہیں، جیسا کہ گزرا، کیونکہ وہ ایسا مجتہدِ مطلق نہیں، جس کا مستقل مذہب ہو کہ اس کے لیے اس کو ممنوع قرار دیا جائے (خلاصۃ التحقیق)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مجتہد فی المذہب کے لیے دوسرے مجتہدین کے اصول میں اجتہاد کرنا، اور مجتہد فی المذہب کے مذہب کا تمام مسائل میں معین نہ ہونا، راجح ہے۔ (جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

”آباء واجداد“ کی کورانہ تقلید کا وبال

اپنے آباء واجداد کی کورانہ اور اندھی تقلید، ایسا مہلک اور خطرناک مرض ہے کہ جس کی وجہ سے انسان ضلالت کی تاریکی، یہاں تک کہ کفر وشرک کے اندھیروں میں جا پڑتا ہے، اور یہ مرض ہر گمراہ، اور مشرک قوم میں پایا گیا ہے، مشرکینِ عرب ومکہ بھی اس مرض میں مبتلا تھے، اور آج بھی بے شمار گمراہ لوگوں اور فرقوں کی بنیاد یہی ہے، جس میں اکابر پرستی میں غلو کرنے والے بھی داخل ہیں۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا (سورة البقرة، رقم الآية ١٧٠)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے اُن کو کہ اتباع کرو تم، اس کی جو نازل کیا اللہ نے، تو کہتے ہیں وہ کہ بلکہ اتباع کریں گے ہم اس طریقہ کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو (سورہ بقرہ)

اور سورہ مائدہ میں ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا (سورة المائدة، رقم الآية ١٠٤)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے اُن کو کہ آ ؤ تم اس کی طرف، جو نازل کیا اللہ نے، اور رسول کی طرف، تو کہتے ہیں وہ کہ کافی ہے ہمیں وہ چیز کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو (سورہ مائدہ)

اور سورہ اعراف میں ارشاد ہے کہ:

قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَ نَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا (سورة الاعراف، رقم الآية ٢٨)

ترجمہ: کہتے ہیں وہ کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو، اور اللہ نے حکم دیا ہمیں اس کا (سورہ اعراف)

اورسورہ یونس میں ارشاد ہے کہ:

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا(سورة یونس، رقم الآیة ۷۸)

ترجمہ: کہا انہوں نے کہ (اے موسیٰ) کیا آئے ہو تم ہمارے پاس، تاکہ ہٹا دو تم ہمیں اس طریقے سے کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو (سورہ یونس)

اورسورہ انبیاء میں ارشاد ہے کہ:

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا لَهَا عَابِدِيْنَ(سورة الانبیاء، رقم الآیة ۵۱، ۵۲)

ترجمہ: کہا انہوں نے (ابراہیم سے) کہ پایا ہم نے اپنے آباء کو ان (مجسموں) کی عبادت کرنے والے (سورہ انبیاء)

اورسورہ شعراء میں ارشاد ہے کہ:

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ(سورة الشعراء، رقم الآیة ۷۴)

ترجمہ: کہا انہوں نے کہ بلکہ پایا ہم نے اپنے آباء کو اسی طرح کرتے ہوئے (سورہ شعراء)

اورسورہ لقمان میں ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا(سورة لقمان، رقم الآیة ۲۱)

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان کو کہ اتباع کرو تم اس کی جو نازل کیا اللہ نے، تو کہتے ہیں وہ کہ بلکہ اتباع کریں گے ہم اس طریقہ کی کہ پایا ہم نے اس پر اپنے آباء کو (سورہ لقمان)

اورسورہ زخرف میں ارشاد ہے کہ:

بَلْ قَالُوْا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُهْتَدُوْنَ. وَكَذٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا

عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِھِمْ مُقْتَدُوْنَ(سورة الزخرف، رقم الآية ٢٢و٢٣)

ترجمہ: بلکہ کہتے ہیں وہ کہ بلاشبہ پایا ہم نے اپنے آباء کواسی طریقہ پر،اور بے شک ہم اُن کے نقشِ قدم پر ہدایت پانے والے ہیں۔اوراسی طرح نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کسی قریہ میں کوئی ڈرانے والا،مگر کہا اس قریہ کے صاحبِ ثروت لوگوں نے کہ بے شک پایا ہم نے اپنے آباء کواس طریقہ پر،اور بے شک ہم ان کے نقشِ قدم کی اقتداء کرنے والے ہیں(سورہ زخرف)

حضرت ربیعہ بن عباد دیلی سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ بِمِنًى فِي مَنَازِلِهِمْ، قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ إِلَى الْمَدِينَةِ يَقُولُ:يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ، وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، قَالَ:وَوَرَائَهُ رَجُلٌ، يَقُولُ:هَذَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَدَعُوا دِينَ آبَائِكُمْ، فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا الرَّجُلُ؟ فَقِيلَ:هٰذَا أَبُو لَهَبٍ(مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٢٤) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کومدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے،منیٰ میں لوگوں کے پاس اُن کے گھروں کا چکر لگاتے ہوئے دیکھا،آپ یہ فرمارہے تھے کہ اے لوگو!بے شک اللہ عزوجل تم کو یہ حکم فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو،اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ کرو،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ایک آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ یہ شخص تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم اپنے آباء کے دین کو چھوڑ دو،میں نے معلوم کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو بتلایا گیا کہ یہ ابولہب ہے(مسنداحمد)

اس طرح کی اور بھی روایات ہیں۔ [2]

[1] قال شعيب الارنؤوط:صحيح(حاشية مسند احمد)

[2] عن ربيعة بن عباد الديلي، أنه قال " :رأيت أبا لهب بعكاظ، وهو يتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول :يا أيها الناس، إن هذا قد غوى، فلا يغوينكم عن آلهة آبائكم، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يفر منه، وهو على أثره، ونحن نتبعه، ونحن غلمان، كأني أنظر إليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پرملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’ابولہب‘‘جس کا نام’’عبدالعزیٰ‘‘ تھا،وہ’’ابوطالب‘‘ کا بھائی،اور’’عبدالمطلب‘‘ کی اولاد میں سے تھا،اس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید کے مقابلے میں اپنے’’آباء‘‘ کے شرک والے دین کے ترک نہ کرنے کی دعوت دی،جس طرح ابوجہل نے بھی ابوطالب کوآپ کے آباء، یعنی عبدالمطلب کے دین پرفوت ہونے کی دعوت دی تھی۔

مشرکینِ مکہ اپنے آپ کوحضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا کرتے تھے،لیکن ان کی یہ نسبت درست نہ تھی،کیونکہ’’**عمرو بن لحی بن قمعة بن خندف ابو عمرو** ‘‘نے دینِ ابراہیمی میں تحریف کرکے بت پرستی اورشرک کی بنیاد ڈال دی تھی،اور یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جاری رہا،یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے اختلاف کی وجہ ہی بت پرستی اوران کے آباءواجداد کے دین سے اختلاف تھا،جس کی احادیث میں تفصیل آئی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحول ذو غديرتين أبيض الناس، وأجملهم(مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٢٠)

قال شعيب الارنؤوط:) إسناده صحيح، رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

عن ربيعة بن عباد الديلى، قال: " رأيت النبى صلى الله عليه وسلم بذى المجاز يدعو الناس "، وخلفه رجل أحول، يقول: لا يصدنكم هذا عن دين آلهتكم، قلت: من هذا؟ قالوا: هذا عمه أبو لهب (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٢١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

عن ربيعة بن عباد، قال: " رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يدعو الناس إلى الإسلام بذى المجاز "وخلفه رجل أحول، يقول: لا يغلبنكم هذا؟ عن دينكم ودين آبائكم، قلت لأبى وأنا غلام: من هذا الأحول، الذى يمشى خلفه؟ قال: هذا عمه أبو لهب(مسند احمد، رقم الحديث ١٦٠٢٢)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

عن ربيعة بن عباد رضى الله عنه قال :والله إنى لأذكره وهو يطوف على المنازل بمنى - يعنى النبى صلى الله عليه وسلم - وأنا مع أبى غلام شاب ، ووراء ه رجل حسن الوجه أحول ذو غديرتين، فيقول الذى خلفه :إن هذا يدعوكم إلى أن تفارقوا دين آبائكم، وأن تفسخوا من أعناقكم اللات والعزى وحلفاء كم من بنى مالك بن أقيش من أعناقكم إلى ما جاء به من البدعة والضلالة، قال :فقلت لأبى :من هذا؟ قال :هذا عمه أبو لهب عبد العزى بن عبد المطلب(الآحاد والمثانى،لا بن أبى عاصم، رقم الحديث ٩٢٢)

www.idaraghufran.org

فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورة آلِ عمران، رقم الآ
ية ۹۵)

ترجمہ: پس اتباع کروتم ابراہیم کے دین کی، جو یکسو(اور موحد) تھے، اور نہیں تھے وہ مشرکوں میں سے (سورہ آلِ عمران)

یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ مشرکین، اللہ تعالیٰ کے وجود اوراس کے معبود ہونے کے ہرگز منکر نہیں تھے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کے ساتھ ساتھ، دوسروں کو''الٰہ'' قرار دیا کرتے تھے، اوران کے ساتھ ''معبود'' والا طرزِ عمل اختیار کیا کرتے تھے، جس کے ضمن میں بیتُ اللہ میں جاکر اللہ کی عبادت اور طواف وغیرہ، سب کچھ کیا کرتے تھے، لیکن ساتھ ہی بیتُ اللہ میں انہوں نے بت بھی نصب کرر کھے تھے، اور بعض اوقات جب وہ کسی غیر معمولی مصیبت میں مبتلا ہوتے تھے، اس وقت خالص اللہ کو پکارتے تھے۔

اور اپنے بعض بچوں کے نام اللہ کی طرف، اور بعض کے نام بتوں کی طرف منسوب کرکے رکھا کرتے تھے۔

ان چیزوں کی قرآن وسنت میں واضح طور پر تصریح موجود ہے۔ [1]

علامہ ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''نہایۃُ الادراک فی اقسام الاشراک''

---

[1] چنانچہ قرآن مجید کی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَى قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ(سورة الانعام، رقم الآية ۱۹)

اور سورہ انعام ہی میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ.ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ .انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ(سورة الانعام ، رقم الآيات ۲۲ الیٰ ۲۴)

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ .فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

میں فرماتے ہیں کہ:

مشرکینِ عرب ان (اصنام) کو شریک فی الالوہیت کرتے تھے، اور زبان سے بھی ان کو شریکِ خدائی کہتے تھے" دل علیہ قولہ تعالٰی :وجعلوا لِلّٰہ مما ذرأ من الحرث والأنعام نصیبا فقالوا ھذا لِلّٰہ بزعمھم وھذا لشرکائنا . وجعلوا لِلّٰہ شرکاء الجن . وقال تعالٰی:ویجعلون لہ اندادا "وغیر ذلک من الایات ،اور گو وہ لوگ اس میں تاویلیں کرتے تھے، مگر اسی کے ساتھ کلمۂ توحید سے متوحش بھی ہوتے تھے، اور کہتے تھے کہ" أجعل الآلھة إلھا واحدا إن ھذا لشیء عجاب "اور طواف میں کہتے تھے "لبیک لا شریک لک، إلا شریکا ھو لک، تملکہ وما ملک (صحیح مسلم) "(امدادالاحکام، ج1ص120، کتاب الایمان والعقائد ،رسالہ "نھایة الادراک فی اقسام الاشراک" مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع دوم)

آج دنیا بھر میں بسنے والے مشرکین، اپنے اپنے طور پر مختلف ناموں سے اللہ کے وجود کو مانتے ہیں، اور بعض اوقات اللہ کے معبودِ برحق ہونے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں، جس سے بعض مسلمان دھوکہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عَلَى أَنفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ(سوره یونس، رقم الآيات ٢٢، ٢٣)

اور سورہ حجر میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ(سورة الحجر،رقم الآية ٩٦)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ(سورة العنكبوت،رقم الآية ٦٥)

اور سورہ لقمان میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ(سورة لقمان،رقم الآية ٣٢)

اور سورہ ذاریات میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ(سورة الذاريات،رقم الآية ٥١)

اور سورہ بینہ میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ(سورة البينة،رقم الآية ٥)

کھا کر ان کو مومن وموحد قرار دے بیٹھتے ہیں، جو کہ سخت غلط فہمی اور مغالطہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ آباءواجداد کی کورانہ واندھی تقلید اوراکابر پرستی میں غلو درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ آباءواجداد کی اندھی تقلید اور بے جا تعصب سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

علمی وتحقیقی رسائل (جلد 14)

(1)...بروز جمعہ، عذابِ قبر منقطع ہونے کی تحقیق

(2)...اعمال نامہ یمین وشمال میں دیے جانے کی تحقیق

(3)...شبلی اور فراہی کی تکفیر کا مسئلہ

(4)...مولانا آزاد: چند سوالات کے جوابات

(5)...نا قابلِ انتفاع مقدس اوراق کو جلانے کا حکم

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط69 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل کی آزادی اوران کی نعمتوں سے سرفرازی کاذکر

بنی اسرائیل ’’حضرت یوسف علیہ السلام‘‘ کے دور میں مصر میں برسرِاقتدار آئے ،اور مدتِ دراز تک انھیں اقتدار اور اختیار حاصل رہا،لیکن اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے نہ صرف اقتدار سے محروم ہوئے ، بلکہ مصر میں انھیں تیسرے درجے کا شہری بنادیا گیا،وہ مدت تک فرعون کے مظالم سہتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا،حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی بے مثال جدوجہد سے بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے میں کامیابی نصیب ہوئی ،اوران کے لیے شام اور فلسطین کی فتح کا دروازہ کھول دیا گیا،جس سرزمین کے بارے میں ارشادفرمایا کہ اس کے مشرق سے لےکر مغرب تک اللہ تعالیٰ نے برکات وثمرات کے خزانے رکھے ہیں،اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا فرمایا کہ انھیں آزادی جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا، فرعون اوراس کی قوم جو کچھ کرتی تھی ،اسے تباہ کردیا گیا۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا یُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیۡ

---

[1] قوله عز وجل: وأورثنا القوم الذين كانوا يستضعفون يعني ومكنا القوم الذين كانوا يقهرون ويغلبون على أنفسهم وهو أن فرعون وقومه كانوا قد تسلطوا على بني إسرائيل فقتلوا أبنائهم واستخدموهم فصيروهم مستضعفين تحت أيديهم مشارق الأرض ومغاربها يعني أرض الشام ومصر وأراد بمشارقها ومغاربها جميع جهاتها ونواحيها .وقيل: أراد بمشارق الأرض ومغاربها الأرض المقدسة وهو بيت المقدس وما يليه من الشرق والغرب .وقيل: أراد جميع جهات الأرض وهو اختيار الزجاج قال: لأن داود وسليمان صلوات الله وسلامه عليهما كانا من بني إسرائيل وقد ملكا الأرض.

وقوله عز وجل: التي باركنا فيها يدل على أنها الأرض المقدسة يعني باركنا فيها بالثمار والأشجار والزروع والخصب والسعة (تفسير الخازن، ج۲ص ۲۴۲، سورة الاعراف)

بٰرَکْنَا فِیْہَا وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیٓ اِسْرَائِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُہٗ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۳۷)

یعنی ”اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا، ہم نے انہیں اس سرزمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنادیا، جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں، اور بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے رب کا کلمۂ خیر پورا ہوا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا، اور فرعون اور اس کی قوم جو کچھ بناتی چڑھاتی رہی تھی، اس سب کو ہم نے ملیامیٹ کردیا“۔

سورہ اعراف کی آیت میں سب سے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی کہ ہم نے ان کو وارث بنایا، وارث بنانے کا لفظ اشارہ کرتا ہے کہ جو قوم اس سے پہلے تھی، ان کو ان کے منصب اور ان کی سرزمین سے محروم کیا گیا، اور انھیں ان کی جگہ دی گئی، یعنی بنی اسرائیل کو جو کہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی، اور فرعونی مظالم کی چکی میں پسی ہوئی ایک مظلوم اور دبی ہوئی قوم تھی، اس کو ہم نے آزادی کی نعمت سے نواز کر زمین کا وارث بنایا، زمین وآسمان کی اس کائنات کی زمامِ اقتدار اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہے، اور جیسا اور جب چاہے عطاء فرمائے، سب کا حاجت روا و مشکل کشا وہی اور سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے، سو وہی قوم جو غلامی اور محکومی کی زنجیروں میں بری طرح سے جکڑی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو حریت وآزادی کی نعمت سے نواز کر فلسطین وشام کی ارضِ مبارکہ کی مشرقوں اور مغربوں کا وارث بنادیا، اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے، اور اس کا کوئی بھی حکم وارشاد حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

یہاں پر یہ سوال یہ پیدا ہوتا کہ جن لوگوں کو ان کی سرزمین سے محروم کیا گیا، ان کی محرومی کی وجہ کیا تھی، قرآن مجید سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی وجہ ظلم تھی، جس سے فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو اس طرح دبا رکھا تھا کہ سیاسی طور پر انھیں سر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا گیا تھا، مذہبی طور پر یہ اس طرح کی پابندیوں کا شکار تھے کہ آزادانہ اپنے مذہب پر عمل کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا، بنی اسرائیل کی اپنی کوئی تہذیب باقی نہیں رہی تھی، اور نہ ہی ان کا کوئی تمدن باقی تھا، فرعون کے مظالم نے بنی اسرائیل کے پاس چونکہ کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا، اس لیے یہ قوم تہذیب وتمدن سے بھی

بہت حد تک عاری ہو چکی تھی، اولوالعزمی اور بلند ہمتی کا ان میں دور دور تک اس لیے نشان باقی نہیں رہ گیا تھا، کیونکہ فرعون اور آلِ فرعون کی غلامی نے ان چیزوں کو بری طرح پامال کر کے رکھ دیا تھا، اور جب ظالم لوگوں کا ظلم اس انتہاء تک پہنچ جائے، تو وہ اس قابل نہیں رہتے کہ انھیں زمین پر زندہ چھوڑا جائے، اس لیے انھیں مٹا دیا گیا، اور بنی اسرائیل کو سر اٹھا کر چلنے کا موقع عطا فرمایا گیا۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جن لوگوں کو دبایا گیا تھا، انھیں ہم نے زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا، اور آگے چل کر وارث بنائے جانے کی وجہ بھی بیان فرمائی، وہ وجہ یہ تھی کہ انھوں نے صبر کیا، یعنی فرعونی تو اپنی ظالمانہ روش کے باعث تباہ ہوئے، کیونکہ ظلم کا انجام ہمیشہ یہی ہوتا ہے، لیکن بنی اسرائیل کا مظلوم طبقہ اس وقت سرفراز ہوا، جب انھوں نے اپنی مظلومیت پر اکتفا کرنے سے انکار کر دیا، اور وہ صبر کی قوت سے سرشار ہو کر اللہ کے پیغمبر کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے صحرا کی کلفتوں اور زندگی کی سنگینیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، یعنی وہ خوب جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا آسان کام نہیں، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ فرعونیوں سے مقابلے کی نوبت آ جائے، اور اگر بچ کے نکل بھی گئے، تو جہاں ہم جانا چاہتے ہیں، وہ سرزمین ہمارے انتظار میں تو نہیں، وہاں بھی فرعون جیسے لوگ بستے ہیں، اس لیے جب تک ان سے وہ زمین خالی نہیں کروائی جائے گی، اس وقت تک ہم اس سرزمین میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

سورہ اعراف کی مذکورہ بالا آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو جو دبا کے رکھے گئے تھے، ان کو زمین کا وارث بنا دیا، بعض حضرات نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ اس زمین سے مراد سرزمین مصر ہے کہ فرعون اور آلِ فرعون کی تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر کا اقتدار عطا فرمایا، لیکن یہ بات نہ تو قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے، اور نہ تاریخ اس کی تائید کرتی ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ آخر وہ زمین کون سی ہے؟

مذکورہ آیت میں اس کا جواب موجود ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ان کو اس سرزمین کا وارث بنایا، جس کو ہم نے برکت دے رکھی تھی، قرآن مجید نے اور بھی بعض مقامات پر اسی سرزمین کو ارضِ مقدسہ اور برکت والی زمین کے نام سے یاد فرمایا ہے، اور تمام اہلِ علم کے نزدیک ارضِ

مقدسہ یا برکت والی زمین فلسطین وشام کی سرزمین ہے، جس کو ہم نے طرح طرح کی برکتوں سے مالا مال کر رکھا تھا، ظاہری اور مادی برکتوں سے بھی کہ یہ سرزمین بڑی خوب صورت اور زرخیز ہے، اور اتنی کہ یہ دودھ وشہد کی سرزمین کہلاتی ہے، اور معنوی وروحانی برکتوں سے بھی کہ انبیائے کرام کی اکثریت کی بعثت وتشریف آوری بھی اسی سرزمین میں ہوئی، یہاں اس زمین کی یہ صفت لاکر اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تمہیں ہم نے جس زمین کا وارث بنایا ہے، وہ یہ سرزمینِ مصر نہیں، کیونکہ یہاں سے تو تم کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہاں کا وارث کسی اور مظلوم قوم کو بنایا جائے گا۔ [1]

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ (سورة الشعراء، رقم الآية ۵۹)

یعنی ''ان کا معاملہ تو اسی طرح ہوا، اور (دوسری طرف) ان چیزوں کا وارث ہم نے بنی اسرائیل کو بنادیا''۔

سورہ شعراء کی مذکورہ آیت میں بظاہر یہ تصریح ہے کہ قوم فرعون کی چھوڑی ہوئی املاک اور جائیداد، باغات وخزائن کا مالک، فرعون اور آلِ فرعون کی ہلات کے بعد بنی اسرائیل کو بنادیا گیا، لیکن اس میں ایک تاریخی اشکال یہ ہے کہ خود قرآن مجید کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ فرعون اور آلِ فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر کی طرف نہیں لوٹے، بلکہ اپنے اصلی وطن ''ارضِ مقدس شام'' کی طرف روانہ ہوئے، وہیں ان کو ایک کافر قوم سے جہاد کرکے ان کے شہر کو فتح کرنے کا حکم

---

[1] قالت فرقة: هی الأرض كلها، قال ابن عطية ذلک علی سبيل المجاز لأنه تعالى ملكهم بلادا كثيرة وأما على الحقيقة فإنه ملک ذريتهم وهو سليمان بن داود، وقال الحسن أيضا: مشارق الأرض الشام ومغاربها ديار مصر ملكهم الله إياها بإهلاک الفراعنة والعمالقة وقاله الزمخشری قال: وتصرفوا فيها كيف شاؤوا فی أطرافها ونواحيها الشرقية والغربية، وقال الحسن أيضا وقتادة وغيرهما: هی أرض الشام، وفی كتاب النقاش عن الحسن: أرض مصر والبركة فيها بالماء والشجر قاله ابن عباس وذيله غيره فقال بالخصب والأنهار وكثرة الأشجار وطيب الثمار، وقيل: البركة بإقدام الأنبياء وكثرة مقامهم بها ودفنهم فيها(البحر المحيط فی التفسير، ج۵ص ۱۵۴، سورة الاعراف)

ولكن استمروا مع موسى عليه السلام طالبين إلى بلاد بيت المقدس وهی بلاد الخليل عليه السلام فاستمر موسى بمن معه طالبا بيت المقدس وكان فيه قوم من العمالقة فنكل بنو إسرائيل عن قتالهم فشردهم الله تعالى فی التيه أربعين سنة ومات فيه هارون ثم موسى عليهما السلام وخرجوا بعدهما مع يوشع بن نون ففتح الله عليهم بيت المقدس واستقرت أيديهم عليها إلى أن أخذها منهم بختنصر حينا من الدهر(تفسير ابنِ كثير، ج۴ص ۲۵۶، سورة يونس)

www.idaraghufran.org

ملا،جس کی تعمیل سے بنی اسرائیل نے انکار کردیا،اس پر بطورِ عذاب کے اس کھلے میدان میں،جس میں بنی اسرائیل موجود تھے،ایک قدرتی جیل خانہ بنادیا گیا کہ وہ اس میدان سے نکل نہیں سکتے تھے ،اسی حالت میں چالیس سال گزرے،اوراسی ''وادی تیہ'' میں ان کے دونوں پیغمبروں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی وفات ہوگئی۔

اس کے بعد بھی کتبِ تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی وقت بنی اسرائیل اجتماعی اورقومی صورت سے مصر میں داخل ہوئے ہوں ، اوران کا فرعون اورآلِ فرعون کی جائیداد وخزائن پر قبضہ ہوا ہو، بعض ائمۂ تفسیر کے مطابق مذکورہ آیت میں بنی اسرائیل کوفرعون اورآلِ فرعون کی متروکہ جائیداد کا وارث بنانے کا ذکر ہے،مگر یہ کہیں مذکورنہیں کہ یہ واقعہ فرعون کی ہلاکت کے فوراً بعد ہوجائے گا، وادی تیہ کے واقعہ اور چالیس پچاس سال کے بعد بھی اگر وہ مصر میں داخل ہوئے ہوں،تو آیت کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ [1]

جہاں تک اس اشکال کاتعلق ہے کہ کہ تاریخ سے ان کا اجتماعی انداز میں مصر میں داخلہ ثابت نہیں،تو یہ اشکال اس لئے قابلِ التفات نہیں ہے کہ اس زمانہ کی تاریخ یہود ونصاری کی لکھی ہوئی جھوٹی باتوں سے بھری ہوئی ہے، جو کسی طرح قابلِ اعتماد نہیں،اس کی وجہ سے قرآن مجید کی آیت میں کوئی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور بعض ائمۂ تفسیر کے مطابق آیات کے ظاہر سے اگر چہ ذہن اس طرف جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو خاص انہیں باغات اور جائیدادوں کا مالک بنایا گیا تھا، جوقوم فرعون نے ارضِ مصر میں چھوڑی تھیں،

---

[1] مشارق الأرض ومغاربها أى جميع جهاتها ونواحيها، والمراد بها على ما روى عن الحسن وقتادة وزيد ابن أسلم أرض الشام، وذكر محيى السنة البغوى أنها أرض الشام ومصر، وفى رواية أنها أرض مصر التى كانت بأيدى المستضعفين، وإلى ذلک ذهب الجبائى، ورواه أبو الشيخ عن الليث بن سعد، أى أورثنا المستضعفين أرض مستضعفيهم وملكهم، ومعنى توريثهم إياها على القول بأنهم لم يدخلوها بعد أن خرجوا منها مع موسى عليه السلام إدخالها تحت ملكهم وعدم وجود مانع لهم عن التصرف فيها أو تمكين أولادهم فيها وذلک فى زمن داود وسليمان عليهما السلام، ولا يخفى أنه خلاف المتبادر كما مرت الإشارة إليه. على أن أرض مصر بعد أن فتحت فى زمن داود عليه السلام لم يكن لبنى إسرائيل تمكن فيها واستقرار وإنما كان ملک وتصرف وكان التمكن فى الأرض المقدسة، والسوق على ما قيل يقتضى ذكر ما تمكنوا فيه لا ما ملكوه(روح المعانى، ج٥ص ٣٦، ٣٧، سورة الاعراف)

www.idaraghufran.org

جس کے لئے بنی اسرائیل کا مصر کی طرف لوٹنا ضروری ہے، لیکن ان سب آیتوں کے الفاظ میں اس کی بھی واضح گنجائش موجود ہے کہ مراد ان سے یہ ہو کہ بنی اسرائیل کو اسی طرح کے خزائن اور باغات وغیرہ کا مالک بنا دیا گیا، جس طرح کے باغات قوم فرعون کے پاس تھے، جس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ارضِ مصر ہی میں پہنچ کر حاصل ہوں، بلکہ ارضِ شام میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقعات سے یہ ثابت ہو جائے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد کسی وقت بھی بنی اسرائیل اجتماعی صورت سے مصر پر قابض نہیں ہوئے، تو مذکورہ قول کے مطابق ان تمام آیات میں ارضِ شام اور اس کے باغات وخزائن کا وارث ہونا مراد لیا جا سکتا ہے۔ [1]

[1] واختلفوا فی معنی مشارق الأرض ومغاربها، فبعضهم حمله علی مشارق أرض الشام ومصر ومغاربها لأنها هی التی كانت تحت تصرف فرعون لعنه الله وأیضا قوله: التی باركنا فیها المراد باركنا فیها بالخصب وسعة الأرزاق وذلک لا یلیق إلا بأرض الشام .

والقول الثانی: المراد جملة الأرض وذلک لأنه خرج من جملة بنی إسرائیل داود وسلیمان قد ملک الأرض وهذا یدل علی أن الأرض هاهنا اسم الجنس(تفسیر الرازی، ج۱۴ ص۳۴۸، ۳۴۹، سورة الاعراف)

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

’’إِذْخِرْ‘‘(Lemon Grass)کے طبی فوائد

گزشتہ قسط میں’’إِذْخِرْ‘‘ گھاس سے متعلق احادیث میں بیان کردہ تفصیلات کا ذکر ہوا تھا۔

ذیل میں’’إِذْخِرْ‘‘ گھاس کے حوالہ سے طبی معلومات ذکر کی جاتی ہیں۔

اس گھاس کا نام عربی میں’’إِذْخِــــرْ‘‘ ہے، فارسی میں کاہِ مکی، اردو میں جرانکس، پنجابی میں کھوئی گھاس، ہندی میں روسا گھاس، اور انگریزی میں لیمن گراس Lemon Grass اور کیمل گراس (Camel Grass) اور نباتاتی نام Cymbopogon ہے۔

’’إِذْخِــــــرْ‘‘ گھاس کے پتے(Leaves)، تنا(Stems) اور اس کی باریک جڑیں (Rhizomes) تینوں چیزیں بطورِ دواء قابلِ استعمال ہیں۔

یہ لمبی گھاس، ذائقہ کے اعتبار سے قدرے تلخ ہوتی ہے، اس گھاس کو ہاتھ میں ملنے سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی ہے۔

اطباء نے’’إِذْخِرْ‘‘ گھاس کا مزاج درجہ دوم میں گرم خشک قرار دیا ہے۔

اس گھاس کے خوشبودار پتے تقریباً آدھی انچ چوڑے، اور تین فٹ کے لگ بھگ لمبے ہوتے ہیں۔

ماہرین کے مطابق’’إِذْخِــــرْ‘‘ گھاس سے تیل بھی تیار کیا جاتا ہے، جسے عربی نام کی نسبت سے ’’روغنِ إِذْخِــــر‘‘، ہندی نام کی نسبت سے’’روسا گھاس کا تیل‘‘ اور انگریزی نام کی نسبت سے ’’لیمن گراس آئل‘‘ (Lemon Grass Oil) کہا جاتا ہے، یہ تیل ریاحی امراض، اور ریاحی دردوں کے لئے مفید ہے، نیز سر کے گنجے پن کے لئے بھی اس تیل کی مالش کی جاتی ہے، اس کے علاوہ’’روغنِ إِذْخِــــر‘‘ سرد بلغمی امراض مثلاً لقوہ، فالج، گنٹھیا وغیرہ کے امراض میں مالش کرنا بھی مفید بیان ہوا ہے، ’’روغنِ إِذْخِر‘‘، ورموں کو تحلیل کرنے والا اور دافع اینٹھن بھی ہے، سرد بلغمی امراض میں بھی یہ تیل مختلف طریقوں سے مثلاً پیشانی پر یا سینے پر ملنے سے استعمال کیا جاتا ہے۔

جسم پر خارش کے لئے روغنِ اِذخر 20 گرام، تِل کا تیل 40 گرام ملا کر مالش کرنے سے خارش کو

آرام آجاتا ہے۔

کمر درد میں روغنِ اِذخر50 گرام، تل کا تیل100 گرام کو ملاکر کمر پر مالش کرنا، کمر درد میں مفید بیان ہوا ہے۔

نیز سرد بلغمی امراض مثلاً فالج، لقوہ، عضلات میں تشنج وا کڑاؤ اور کھچاؤ، کے امراض میں بھی روغنِ اِذْخَر کی مالش مفید بیان ہوئی ہے، اس کے علاوہ ''روغنِ اِذخَر'' پرفیوم سازی اور صابن سازی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

قدیم اطباء نے''اِذْخِر'' گھاس کے متعدد فوائد بیان کیے ہیں، چنانچہ''اِذْخِر'' گھاس منضجِ اخلاط غلیظہ یعنی پرانے جمے ہوئے امراض کو پکا کر نکالنے والی، مفتحِ سدد یعنی سُدّے کھولنے والی، مُحلّلِ اَورام یعنی ورموں کو تحلیل کرنے والی، کاسرِ ریاح یعنی گیس وریاح کو خارج کرنے والی، دافعِ تشنج یعنی جسم کے عضلات میں اینٹھن اور اکڑاؤ اور کھچاؤ کو ختم کرنے والی، بلغمی افراد کے لئے مقوی معدہ یعنی معدہ کو طاقت اور قوت دینے والی، مدر بول یعنی پیشاب آور، اور مدرِ حیض یعنی خواتین کے جسم میں سردی و برودت کی وجہ سے ماہواری کی رُکاوٹ اور بندش کو ختم کرنے والی جڑی بوٹی ہے۔

مذکورہ تفصیلات کے علاوہ اطباء کے''اِذْخِــرْ'' گھاس کے مجربات بھی ہیں، چنانچہ نزلہ وزکام وبائی یعنی انفلوئنزا میں''اِذْخِــــرْ'' گھاس کے چند پتوں کو چائے کی طرح پانی میں دھیمی آگ پر پکا کر دودھ اور شکر ملا کر گرم گرم پینے سے پسینہ آ کر زکام و بخار دُور ہوجاتا ہے، اور وبائی نزلہ، زکام کو افاقہ ہوتا ہے، موسمی بخاروں اور بالخصوص پیٹ درد اور پیٹ کی گیس میں''اِذْخِــرْ'' گھاس کی تھوڑی سی مقدار کو دو کپ پانی میں بھگودیں، پھر اسے جوش دے کر چھان کر پلائیں، یہ قہوہ پیٹ درد اور پیٹ کی گیس میں مفید ہے، اس قہوہ کو عام زبان میں لیمن گراس کا قہوہ کہا جاتا ہے۔

غرضیکہ''اِذْخَر'' گھاس جس کا ذکر احادیث میں بھی آیا ہے، نہایت مفید اور کارآمد گھاس ہے، اور موقع محل کی رعایت کرکے اس گھاس کا مختلف طریقوں سے استعمال، بیماریوں اور تکلیفوں سے حفاظت کے علاوہ صحت کا ضامن بھی ہے۔

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 11/ 18/ 25/ محرم الحرام، اور 2/ 9/ صفرالخیر1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 13/ 20/ 27 محرم الحرام، اور 4/ 11/ صفرالخیر1443ھ، بروز اتوار، مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 14/ محرم الحرام، بروز پیر، بعد عشاء، جناب یوسف قریشی صاحب، مدیر صاحب مفتی سے ملاقات کے لئے دارالافتاء میں تشریف لائے۔

□...... 20/ محرم الحرام، بروز اتوار، بعد عشاء، مدیر صاحب مفتی، نے جناب مختار صاحب (کوہاٹی بازار، راولپنڈی) کی والدہ محترمہ کا جدید قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھایا، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

□...... 22/ محرم الحرام، بروز بدھ، مفتی صاحب مدیر کے قدیم متعلق جناب حاجی اقبال صاحب (ابنِ حاجی عینُ الحق صاحب مرحوم) کا انتقال ہوا، نمازِ جنازہ 23/ محرم الحرام، کو عیدگاہ قبرستان میں ادا کی گئی، جس میں بعض احبابِ ادارہ شریک ہوئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

□...... 6/ صفرالخیر بروز منگل، جامعہ رحیمیہ، تعلیم القرآن، ملتان سے چند علمائے کرام، مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے ادارہ غفران میں تشریف لائے۔

□...... 14/ صفرالخیر بروز بدھ، ادارہ غفران کے شعبہ حفظ کے طلبہ کا سہ ماہی امتحان منعقد ہوا۔

□...... 5/ صفرالخیر(13/ ستمبر) بروز پیر سے تعمیرِ پاکستان سکول فرسٹ ٹرم امتحانات شروع ہونے تھے، مگر سکولوں میں تعطیلات کے حکومتی اعلامیہ کی وجہ سے یہ امتحان مؤخر ہو کر 19/ صفرالخیر(27/ ستمبر) کو ہونا طے پائے۔

حُسنِ معاشرت اور آدابِ زندگی

اچھی معاشرت اور طرزِ زندگی گزارنے، رہنے سہنے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے لین دین کرنے، تہذیب وشرافت والی زندگی بسر کرنے کے مختصر، جامع اور سہل آداب واحکام اور زندگی میں کام آنے والی مفید باتوں اور آدابِ زندگی کا مجموعہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 21/اگست/2021ء/12/محرم الحرام/1443ھ: پاکستان: سرکاری اراضی چھڑانے کے لیے صدارتی آرڈیننس لانے کا فیصلہ ☎ سپریم کورٹ، جسٹس عمرعطا بندیال نے قائم مقام چیف جسٹس سپریم کورٹ کا حلف اٹھالیا ✍ 22/اگست: پاکستان: افغانستان میں سیاسی تصفیہ، پاکستانی کوششیں تیز، امریکا نے بھی مدد مانگ لی، وزیرِ خارجہ کے او آئی سی سیکرٹری جنرل، روس، ترکی اور بیلجیئم کے ہم منصب سے ٹیلی فونک رابطے، کابل میں پاکستانی سفارتخانہ دنیا کی توجہ کا مرکز، 4ہزار ویزے جاری، قومی ایئرلائن اب تک عالمی نمایندوں سمیت ایک ہزار 400افراد کو پاکستان لاچکی ✍ 23/اگست: پاکستان: یورپی یونین نے بھی محفوظ انخلا کے لیے پاکستان سے مدد مانگ لی، برطانیہ کا عارضی مہاجر کیمپ بنانے پر غور، یورپی سفیر کا پی آئی اے سربراہ کو خط ✍ 24/اگست: پاکستان: آئی ایم ایف کا 650ارب ڈالر کا کورونا ریلیف فنڈ جاری، پاکستان کو 2ارب 77 کروڑ وصول ✍ 25/اگست: پاکستان: وفاقی کابینہ، 37دواؤں کی قیمت میں اضافہ، انتخابی اصلاحات آرڈیننس کی منظوری، آرڈیننس کے تحت سینیٹ، قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ارکان 60دن میں حلف لینے کے پابند ہوں گے ✍ 26/اگست: پاکستان: 4ماہ بعد کورونا متاثرین کی شرح میں اضافہ، پنجاب میں پابندیاں سخت ✍ 27/اگست: پاکستان: آزاد کشمیر کی نو منتخب 15رکنی کابینہ نے حلف اٹھالیا ✍ 28/اگست: پاکستان: موٹروے پر بھی ویکسی نیشن سرٹیفکیٹ لازم، 15ستمبر سے بغیر سرٹیفکیٹ سفر پر پابندی ✍ 29/اگست: پاکستان: مہنگائی کا طوفان تھم نہ سکا، آٹا چینی سمیت 22اشیاء مزید مہنگی ✍ 30/اگست: پاکستان: سرکاری ملازمین کے سوشل میڈیا کے استعمال پر پابندی عاید ✍ یکم/ستمبر: پاکستان: پٹرول، ڈیزل، مٹی کا تیل 1.5روپے لیٹر سستا، ایل پی جی 5روپے کلو مہنگی ✍ 2/ستمبر: پاکستان: تحریک آزاد کشمیر کے بانی سید علی گیلانی انتقال کر گئے، کئی سال سے نظر بند تھے، پاکستان کا اظہارِ تعزیت ✍ 3/ستمبر: پاکستان: پنجاب میں گندم کی قیمت 2200روپے من، 20 کلو آٹے کا تھیلا مزید 30روپے مہنگا ✍ 4/ستمبر: پاکستان: کورونا کیسز میں تیزی، اسلام آباد، پنجاب، کے پی کے میں نئی پابندیاں ✍ 5/ستمبر: پاکستان: یکم اکتوبر سے ویکسی نیشن کے بغیر ہوائی سفر پر پابندی، مزید 79 کورونا مریض چل بسے ✍ 6/ستمبر: پاکستان: ملکی برآمدات 8سال بعد

25ارب ڈالر سے تجاوز، درآمدات 60ارب ڈالر اور تجارتی خسارہ 37.7ارب ڈالر تک جا پہنچا تھا ✍ 7/ستمبر : پاکستان: کراچی، سٹاک مارکیٹ میں مندی، ڈالر168.10پر جا پہنچا ✍ 8/ستمبر : پاکستان: وفاقی تعلیمی اداروں میں خواتین اساتذہ کے نامناسب لباس پر پابندی، جینز، ٹائٹس اور ٹی شرٹس پہننا ممنوع قرار، صاف ستھرے اسکارف اور حجاب کی بھی اجازت دے دی گئی، مرد اساتذہ کو شلوار قمیض کے ساتھ ویسکوٹ زیب تن کرنے کی ہدایت، نئے ڈریس کوڈ کا نوٹیفکیشن جاری ✍ 9/ستمبر : پاکستان: بجلی کے اضافی بل، نیپرا قوانین کی خلاف ورزی، 31 کے بجائے 37دنوں کا بل وصول کرنے کا انکشاف، وزیر توانائی کا تحقیقات کا حکم، نیپرا کا بھی نوٹس، شکایات طلب کرلیں ✍ 10/ستمبر : پاکستان: حکومت کا آئندہ انتخابات الیکٹرانک ووٹنگ مشین سے کرانے کا اعلان، الیکشن کمیشن کے اعتراضات مسترد ✍ 11/ستمبر : پاکستان: ستمبر کے لیے بجلی مزید 1.38روپے یونٹ مہنگی ہوگئی ✍ 12/ستمبر : پاکستان: 15سال کے بچوں کی ویکسی نیشن کل سے شروع، ویکسی نیشن کے لیے ب فارم کا استعمال ہوگا، این سی او سی نے منظوری دے دی ✍ 13/ستمبر : پاکستان: کنٹونمنٹ بورڈ الیکشن، پی ٹی آئی پہلے، ن لیگ دوسرے نمبر پر، پنجاب میں لیگیوں نے میدان مار لیا، ملک بھر میں پی ٹی آئی 60، ن لیگ 59، آزاد 55، متحدہ 10، جماعت اسلامی کے 7امیدوار کامیاب، پنجاب میں ن لیگ 51، آزاد 31، پی ٹی آئی 28 سیٹیں ✍ 14/ستمبر : پاکستان: 10ویں اور 12ویں کا کوئی طالب علم فیل نہیں ہوگا، 33رعائتی نمبر دے کر پاس کرنے کا فیصلہ، کورونا کے سبب سپلیمنٹری امتحان ممکن نہیں، آئندہ میٹرک، انٹر امتحانات دو بار ہوں گے، وزرائے تعلیم کا اجلاس ✍ 15/ستمبر : پاکستان: ڈالر بلند ترین سطح پر، 169روپے کے قریب پہنچ گیا، قرضوں میں 2ہزار ارب کا اضافہ ✍ 16/ستمبر : پاکستان: پٹرولیم مصنوعات مزید مہنگی، پٹرول 5روپے، ڈیزل 5روپے ایک پیسہ، لائٹ ڈیزل آئل 5روپے 92 پیسے، مٹی کے تیل کی قیمت میں 5روپے 42 پیسے فی لیٹر اضافہ ✍ 18/ستمبر : پاکستان: نیب اور نادرا کو ٹیکس ڈیٹا تک رسائی، نان فائلرز کے بجلی بلز پر 5 تا 35 فیصد ٹیکس، نیب 20سال پرانی اور بند فائلیں کھول سکے گا، آرڈیننس جاری ✍ 19/ستمبر : پاکستان: نان فائلرز کے بجلی و گیس بلوں پر 17فیصد تک اضافی سیلز ٹیکس عائد، صارفین کے 10ہزار سے زائد بل پر 5، 20ہزار سے زائد 7، 30ہزار سے زائد 12اور چالیس ہزار سے زائد پر 15فیصد ٹیکس لگے گا ✍ 20/ستمبر : پاکستان: مفتی تقی عثمانی وفاق المدارس العربیہ کے بلامقابلہ سربراہ منتخب۔